مسلسل اشاعت کے چوالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

518-19
شوال، ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ
اکتوبر، نومبر 2008

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہو کر تا قیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم تین ہزار طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت، صدقات وعطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کے سالانہ لازمی اخراجات کا تخمینہ دو کروڑ روپے سے زیادہ ہے جو اہل خیر حضرات کے عطیات صدقات اور زکوۃ وتعاون سے پورا ہو رہا ہے۔ انشاءاللہ آپ کی یہ خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری وساری رہے گی۔

اکاؤنٹ نمبر: یونائیٹڈ بینک اکوڑہ خٹک 7-100-0001 ...... مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6-1102

فون نمبر: (0923) 630435 - 630341-630560 **فیکس نمبر:** (0923) 630922

ای میل ایڈریس: editor_alhaq@yahoo.com

منتظم اعلیٰ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

2-12-08

ماہنامہ الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 44
شمارہ نمبر --- 1-2
شوال ذیقعدہ -- ۱۴۲۹ھ
اکتوبر، نومبر --- ۲۰۰۸ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی
ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز : نئے امریکی صدر اوبامہ کی جیت عالم اسلام اور پاکستان کے لئے
خطرات کا نیا طوفان .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
امریکہ صدر اوبامہ کے صدارت کے پس منظر میں ڈاکٹر مارٹن لوتھر ...... حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ ۵
حرمین الشریفین میں پینتالیس سال قبل میری پہلی حاضری۔ (۸) مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۸
نظام تعلیم کی اصل بنیاد کیا ہونی چاہیے؟ .... مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۱۷
حج بیت اللہ۔ چند حکمتیں اور مصلحتیں .... مولانا محمد ابراہیم فانی ۲۵
امام اعظم اور تصوف (ایک اجمالی مطالعہ) .... مولانا ابوالخیر سید حمد اللہ بختیاری ۳۳
"زین المحافل" علماء و مشاہیر کی نظر میں .... حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب ۳۵
مروجہ اسلامی بینکاری کا ایک جائزہ .... مولانا مفتی غلام قادر نعمانی ۴۲
اسلامی بینکاری اور علماء کی ذمہ داری .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۵۵
اسلام امن و سلامتی کا دین ہے' دہشت گردی کا نہیں .... مولانا صہیب احمد ۶۱
مدارس اسلامیہ کا مقصد .... مولانا محمد حذیفہ وستانوی ۶۵
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۹
تعارف تبصرہ کتب .... ادارہ ۷۱

نوٹ : "یہ شمارہ اکتوبر' نومبر ۲۰۰۸ پر مشتمل ہے"

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200 ' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
کمپوزنگ: بابر حنیف
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

نئے امریکی صدر اوبامہ کی جیت
عالم اسلام اور پاکستان کیلئے خطرات کا نیا طوفان

دنیا کی واحد سپر پاور امریکہ کے طویل ترین الیکشن ماہ رواں میں دنیا بھر کے سیاسی مبصرین کے تجزیوں کے عین مطابق باراک اُوبامہ کی فتح کی صورت میں اختتام پذیر ہوئے۔ اس الیکشن کے نتائج یوں تو دنیا بھر میں بہت عرصہ قبل ہی عیاں ہو چکے تھے کیونکہ امریکی صدارتی عہدہ پر ریپبلکن پارٹی اور جارج صدر بُش گزشتہ آٹھ سالوں سے چمٹے ہوئے تھے اور اسی صدر بُش کے ہاتھوں کرۂ ارض کا امن وسکون تباہ وبرباد کردیا گیا۔ شروع میں اس نے عالم اسلام اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف صلیبی دہشت گردی کا اعلان بڑے فخر اور بڑے طمطراق سے کیا تھا لیکن آج صورتحال یہ ہے کہ امریکہ اور نیٹو نے عراق میں بھی شکستِ فاش کا مزہ چکھ لیا ہے اور افغانستان میں بھی اسے المناک شکست کا سامنا ہو رہا ہے۔ امریکہ افغانستان اور پاکستان کے قبائل میں پوری طرح آئے روز فضائی پروازوں کے ذریعے مسلسل حملے کر رہا ہے لیکن اسے کہیں بھی فتح اور کامیابی کی نوید ڈھونڈنے کو نہیں مل رہی۔ خود امریکہ اور یورپ میں بھی امن وامان کی صورتحال بڑی نازک صورت اختیار کر چکی ہے۔ اسی صدر بُش کی جنگجویانہ پالیسیوں نے امریکہ کی اقتصادی حالت بھی پتلی کردی ہے اور ساتھ ساتھ دنیا بھر کی اکانومی کا بیڑہ بھی غرق کردیا ہے۔ دنیا میں اس قدر شدید عالمی مالیاتی بحران کا ذمہ دار صرف اور صرف امریکہ اور اسکے ظالم صدر بش ہی ہیں۔ باراک اوبامہ جو نسلاً افریقی باشندہ ہے اس کی کامیابی پر دنیا بھر میں خوشی کے ڈنکے بجائے جارہے ہیں۔ ہماری نظر میں اگر باراک اوبامہ کے بجائے کسی گدھے کو بھی صدر بش کے مقابلہ میں کھڑا کیا جاتا تو وہ بھی آسانی سے جیت جاتا۔ باراک اوبامہ اپنے کالے رنگ یا اپنی بے پناہ صلاحیتیوں کی وجہ سے یہ الیکشن نہیں جیتے بلکہ اس نے امریکی عوام کی خواہشات کے مطابق ''تبدیلی'' کے نعرہ کی بدولت یہ الیکشن جیتے ہیں، کیونکہ امریکی عوام یہ سمجھتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نتیجے میں ہم پہلے سے بھی زیادہ غیر محفوظ ہوگئے ہیں۔ دنیا بھر میں امریکیوں کی شہرت انتہائی خراب ہوگئی ہے۔ لہٰذا انہوں نے باراک اوبامہ کو اسی تبدیلی کیلئے منتخب کیا ہے کہ صدر بش اور ریپبلکن پارٹی نے جو گند دنیا اور امریکہ میں پھیلا دیا ہے اسے باراک اوبامہ صاف کرے، لیکن دور اندیش تجزیہ نگار باراک اوبامہ کے مستقبل کے بارے میں یہی قیاس آرائیاں کر رہے ہیں کہ نئے امریکی صدارتی امیدوار بھی اپنے پیشرو صدر بش کے نقشِ قدم پر چلیں گے اور خصوصاً عالم اسلام اور پاکستان کے حصے میں اُس کے دامن میں پھولوں کے بجائے کانٹے اور پتھر بھرے ہوئے ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان نے دہشگردی کے

خلاف نام نہاد جنگ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اور دوبارہ ایک ایک پائی کیلئے محتاج ہو گیا ہے۔ بدامنی، افراتفری اور آئے روز بم دھماکوں سے پاکستانی قوم بدحال ہو گئی ہے لیکن اس سب کچھ کر گزرنے کے باوجود امریکہ اور باراک اوبامہ پاکستان سے خوش نہیں ہیں اور وہ کھلم کھلا پاکستان پر مزید حملے، دباؤ اور اس جنگ کو مزید ہوا دینا چاہتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امریکیوں نے تبدیلی کی صورت میں صرف وائٹ ہاؤس میں گورے کے بجائے ایک کالے صدر کو منتخب کر لیا ہے لیکن اسکی خارجہ اور عالم اسلام کے خلاف کوئی بنیادی تبدیلی کے خدوخال نظر نہیں آ رہے۔ پھر باراک اوبامہ پر یہ الزام بھی شدت کے ساتھ اس کے مخالفین تواتر کیساتھ لگاتے رہے ہیں کہ اسکا خاندانی پس منظر ایک مسلمان گھرانے سے ہے۔ اگرچہ یہ خود عیسائی ہے لیکن امریکیوں کو باراک سے کئی خدشات لاحق ہیں۔ اسی لئے باراک اوبامہ مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان کے خلاف مزید شدت لائیگا تاکہ اس سے یہ پیغام امریکیوں کو ہو کہ وہ مسلمانوں کیخلاف نفرت و تعصب میں صدر بش سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں۔ اسی لئے پاکستانی قبائلی اور بندوبستی علاقوں میں امریکی میزائل حملوں میں تواتر کے ساتھ ہر روز اضافہ ہو رہا ہے اور ان حملوں میں دن بدن درجنوں بے گناہ پاکستانی بیدردی کے ساتھ شہید ہو رہے ہیں۔ پورا ملک سراپا احتجاج بنا ہوا ہے۔ پارلیمنٹ نے متفقہ قرارداد اس کی مذمت اور روک تھام کیلئے منظور کر لی ہے لیکن امریکی حملوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکی حملوں میں یہ اضافہ نئے طوفانوں کو جنم دے رہا ہے۔ امریکیوں کی یہ جرأت پاکستانی حکمرانوں کی بزدلی، بے حمیتی اور اپنے ذاتی مفادات کو ترجیح دینے کی بنیاد پر مزید پیدا ہو رہی ہے۔ اگر امریکی حملوں کو نہ روکا گیا تو اب اس کا آئندہ ہدف خدانخواستہ صوبہ سرحد اور پاکستان کے بڑے دینی مدارس اور مراکز ہو سکتے ہیں کیونکہ امریکہ دینی مدارس کو ہی اسلامی حمیت، اور فکری و نظریاتی اساس کے قلعے سمجھتا ہے۔ اسی لئے دن بدن یہ آگ پھیلائی جا رہی ہے کہ کسی نہ کسی طور پر دینی مدارس تک یہ آگ پھیلائی جائے۔ اگر حکمران، ارباب دینی مدارس اور پاکستانی قوم اسی طرح خاموش تماشائی بنی کھڑی رہی اور اپنے پاکستانی بھائیوں کی شہادت پر اسکے کانوں پر جوں تک نہ رینگی تو یہ آگ آہستہ آہستہ پورے ملک اور پورے نظام کی بنیادیں ہلا دیگی۔ پوری قوم اور تمام حلقوں کے ذمہ داران کو آنے والے خطرات کیلئے اپنے آپکو متحد کرنا چاہیے۔ انہیں باراک اوبامہ سے امن و آشتی کی امیدیں وابستہ نہیں کرنی چاہیئں کیونکہ وہ بھی آتشِ نمرود کو بھڑکانے کیلئے مزید آلاؤ روشن کرنے آ رہا ہے۔ اولادِ خلیل کے اردگرد نارِ نمرود کی تپش مزید بڑھنے کو ہے۔ "امتِ مرحومہ" معجزات و کرامات اور ابابیلوں کے انتظار میں کب تک خوابِ غفلت میں مدہوش ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی رہے گی۔ کاش! کوئی روحِ بلالیؓ ان میں پھونک دے اور کاش کوئی عصائے موسیٰ انکے ہاتھ میں تھما دے اور کاش کوئی خیبر شکن حیدر کرارؓ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی زنگ آلودہ تلواریں انکے ہاتھ میں تھما دیں، تب ہی انکے مقدر پر پھیلی سیاہ رات کی سحر ہو سکے گی، ورنہ یہی غلامی کے اندھیرے اور ظلمتیں باراک اوبامہ کی صورت میں ان پر مزید سختیاں جھیلنے اور قابض ہونے کیلئے تیار رہیں گی۔

؎ آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے ۔۔۔ پھر کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے

امریکی صدر اوبامہ کے انتخاب پر حضرت مولانا سمیع الحق کا اخباری بیان وتبصرہ

۵ر نومبر (اسلام آباد) جمعیۃ علماء اسلام کے سربراہ سینیٹر مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ امریکیوں نے ایک سیاہ فام شخص کو منتخب کر کے اسلام کے ابدی سنہری اصولوں اور انسانی اقدار کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر لی ہے۔ یہ اسلام اور نبی آخر الزمان کے اعلان کردہ نظریہ انسانیت کی فتح ہے جس نے آخری حج میں میدان عرفات کے الوداعی خطبہ میں رنگ ونسل کی پیدا کردہ ہر تفریق کو قدموں میں روندھ ڈالا۔ مولانا سمیع الحق یہاں اپنی رہائش گاہ پر ایران کے سرکاری ٹیلی ویژن پریس ٹی وی PRESS TV کو انٹرویو دے رہے تھے ڈیڑھ گھنٹہ کے اس انٹرویو میں مولانا نے عالم اسلام ایران، افغانستان اور پاکستان پر امریکی یلغار اور اس سے پیدا شدہ صورتحال پر تفصیل سے روشنی ڈالی، مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ابھی نئے امریکی صدر باراک اوباما کے بارہ میں پاکستان اور مسلمانوں کے حق میں بہتر توقعات قبل از وقت ہیں' بظاہر ان کی تبدیلی کا سلوگن امریکی عوام کے لیے ہے اور اسلامی دنیا میں ایسی کسی تبدیلی کی توقع خوش فہمی ہوگی، کیونکہ بش نے بھی صدارت کے بعد ان ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا ہوسکتا ہے کہ تبدیلی اور تسلسل کے اس جنگ میں مسلمانوں کے بارہ میں تسلسل کو برقرار رکھا جائے مگر ایک کالے اور سیاہ فام رنگ شخص کو منتخب کر کے امریکی نے صدیوں سے جاری اس غیر انسانی نظریہ کو دفن کر دیا ہے جس کے بنا پر صدیوں سے کالے انسانوں کو دنیا سے جہازوں سے بھر بھر کر جانوروں کی طرح امریکہ لا کر غلام بنایا جاتا رہا اور ان سے معاشرہ کے ہر ہر شعبہ میں حقیر اور بدتر سلوک کیا جاتا رہا ان کی تعلیمی ادارے، ہسپتالیں، گزرگاہیں اور لفٹ تک الگ رکھے گئے اسی کالے نسل کے غیر اختیاری ''گناہ'' میں لاکھوں انسان مارے گئے اور کالوں کے عظیم مصلح اور لیڈر مارٹن لوتھر قتل کر دیئے گئے اور کسی بھی کالے کو رنگ کے بناء پر امریکہ میں اقتدار سے دور رکھا گیا مگر آج امریکیوں کی اکثریت نے اسلام کے آفاقی نظریہ سیاست اور ہمہ گیر اخلاقی قدروں کو تسلیم کر لیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ہم سب آدم کے اولاد ہیں آدم کی پیدائش مٹی سے ہے کسی سرخ وسفید انسان کو کالے پر فضیلت نہیں۔ امریکہ کے موجودہ انتخابات کا دنیائے انسانیت کو یہی پیغام ہے کہ اسلام قرآن وسنت اور نبی کریم کے تعلیمات برحق ہیں اور دنیا کو جلد یا بدیر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

(۶ر نومبر ۲۰۰۸ء کے قومی اخبارات)

چالیس سال پہلے مولانا کے قلم سے
دکھائی گئی ایک تصویر

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

امریکہ صدر اوبامہ کے صدارت کے پس منظر میں

ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ

امریکی سیاہ فام نیگرو راہنما کا قتل

سیاہ فام نسلوں کے ساتھ امریکیوں کا انسانیت سوز سلوک صدیوں سے جاری تھا کہ ان کے ایک سیاہ فام نیگرو رہنما ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ اس طبقاتی ظلم و جبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک بڑے جلسہ میں سفید فام امریکیوں نے انہیں بڑی بیدردی سے قتل کیا۔ یہ آج سے چالیس سال پہلے ۱۹۶۸ء کی بات ہے۔ اس دردناک سانحہ پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اسلام کا بتان رنگ و بو کو پاش پاش کرنے کا اپنے مخصوص ساحرانہ انداز میں تعزیتی شذرہ لکھا۔ آج امریکی صدر اوبامہ کی شکل میں مارٹن لوتھر کا خواب کسی طرح پورا ہوتا دکھائی دے رہا ہے، یہ شاہکار تحریر نذر قارئین ہے۔............... (ادارہ)

امریکہ کے سیاہ فام نیگرو راہنما ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ کو کتنی بیدردی سے قتل کیا گیا، اس لئے کہ اسے خدا نے سیاہ فام پیدا کیا تھا۔ وہ اپنے اور اپنے ہم رنگ [1] وہم نسل انسانوں کے حقوق کا تحفظ چاہتا تھا، ان سیاہ فام انسانوں کے حقوق جنھیں یورپ کے ''سفید بندروں'' نے حیوانات سے بدتر اور حقیر سمجھ رکھا ہے، جن پر ملک کی معاشی راہیں مسدود ہیں، جن کے لئے نصاب تعلیم، تعلیم گاہیں، ہوٹل، بسیں اور گاڑیاں تک علیحدہ ہیں، یہاں تک کہ کارخانوں میں ان کے آنے جانے کے راستے تک الگ ہیں اور جن کے ساتھ رشتہ ناطہ بہت بڑا ''پاپ'' سمجھا جاتا ہے ___ یہ سیاہ فام انسان بدترین طبقاتی تفاوت، استحصال، ظلم و جبر اور حقوق کی حق تلفی کا شکار ہیں، اس امریکہ اور یورپ میں جو ''تہذیب و

---

(۱)　نسل قومیت کلیسا سلطنت تہذیب و رنگ　　خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات　　(اقبالؒ)

تمدن'' کی امامت کا مدعی ہے'اس امریکہ میں جو اقوام متحدہ کا چوہدری ہے' جو انسانی حقوق کی حفاظت کا دعویدار ہے' اس امریکہ میں جو ہمیشہ انسانی حقوق کے چارٹر کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنے ظلم' سفاکی اور ذلت کے داغ چھپانا چاہتا ہے' اپنے ملک کے باشندوں کے ساتھ بھیڑ بکریوں جیسا سلوک اس دعویدارِ تہذیب ملک میں ہو رہا ہے' جہاں کے سب سے بڑے شہر نیویارک کی بندرگاہ میں ''آزادی کا مجسمہ'' دنیا سے آنے والوں کا استقبال ان الفاظ سے کرتا ہے۔

''اپنے بے کس مصیبت زدہ اور غلام عوام کو ہمارے سپرد کیجئے تاکہ وہ آزادی کی زندگی بسر کرسکیں' وہ لوگ جن کا نہ کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ کوئی وطن' لیجئے میں حاضر ہوں اور سنہری دروازہ کے قریب اپنی مشعل لئے کھڑا ہوں۔''

مگر اُف قول و عمل کے تضاد کی ایسی بھیانک مثال کیا تاریخ کے کسی دوسرے حصہ میں بھی مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں تاریخ میں پہلی بار دھوکہ فریب' دجل و تلبیس اور عالمی پیمانے کی یہ ''بدمعاشی'' صرف یورپ اور مغربی تہذیب ہی کو نصیب ہوسکی ہے' جس کے نسلی' علاقائی اور قومی امتیازات سے خود امریکہ اور برطانیہ جل رہا ہے' رہوڈیشیا مظلوم انسانوں کے خون سے لالہ زار ہے' کینیا نالاں ہے' اور جنوبی افریقہ پوری انسانیت پر ماتم کناں ہے' جہاں انسانی خون کی وقعت بول و براز کے برابر بھی نہیں رہی۔ اُف کتنی شوخ چشم اور حیاء سے تہی ہے یہ تہذیب اور کتنے جری ہیں اس کے علمبردار جنہیں اب بھی اپنے آپ پر ناز ہے' کتنی کور چشمی اور دیدہ دلیری ہے ان گستاخ نگاہوں کی جو اپنی اس ساری شقاوت' درندگی اور ذلت و رسوائی کو تہذیب و تمدن' اخلاق اور انسانی حقوق کی رعایت کا نام دے کر بار بار اٹھتی بھی ہیں' تو اس مذہب پر جو حقیقی مساوات کا علمبردار' انسانی حقوق کا نقیب اور پوری کائنات کے لئے رحمت بن کر آیا ہے۔ اور جو ابتداء سے لے کر آج تک احترام انسانیت کا عملی نمونہ پیش کر رہا ہے۔ جس کے بھیجنے والے کا اعلان ہے:

ان اکرمکم عندالله اتقاکم　ترجمہ: ''بیشک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو''

جس کے پیغمبر ﷺ کا الوادعی پیغام تھا: **کلکم بنو آدم من تراب** (ابن سعد)

''تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔''

آگے ارشاد فرمایا: **لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولاللاسود علی الاحمر ولا للاحمر علی الاسود الا باالعلم والتقوی**

ترجمہ: کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی سیاہ فام کو سرخ رنگ والے پر اور سرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر فضیلت ہے' مگر علم اور تقویٰ کے لحاظ سے''

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: **ولا للابیض علیٰ اسود**　ترجمہ: ''نہ کسی سفید کو سیاہ فام پر کوئی فضیلت ہے''

یہ اس مذہب کی بات ہے جس نے ایک سیاہ فام حبشی بلالؓ کو انسانیت کی معراج سے نوازا' جنہیں حضور

اقدس ﷺ نے جنت میں اپنے سے آگے آگے چلنے کی بشارت دی، اور جب ایک صحابیؓ نے انہیں ''او حبشن کے بیٹے'' کہہ کر پکارا۔ تو حضور ﷺ نے اسے ڈانٹ کر فرمایا: ''تم میں اب بھی جاہلیت کی بُو باس باقی ہے''

یہ اس سیاہ فام بلالؓ کی بات ہے جسے اسلامی قلمرو کے سب سے بڑے فرمانروا فاروق اعظمؓ یا سیدنا! ''اے ہمارے سردار'' سے پکارا کرتے تھے۔ اور یہ وہ فاروق اعظمؓ ہیں جن کا جنازہ اپنے علم و فضل کی بدولت ایک عجمی نژاد صہیب رومیؓ نے پڑھایا جبکہ سرخ و سفید رنگ والے کئی جلیل القدر صحابہؓ موجود تھے۔ یہ اس دین قیم کی امتیازی شان ہے، جس نے والیٔ مصر کے ساتھ ملنے والے وفد کی قیادت ایک ایسے سیاہ فام صحابی حضرت عبادہؓ بن صامت کو سونپ دی تھی، جسے دیکھ کر بادشاہ لرز گیا اور اصرار کرنے لگا کہ دوسرے شخص کو میرے ساتھ گفتگو کے لئے مقرر کردو، مگر مسلمانوں نے والیٔ مصر کی یہ خواہش ٹھکراتے ہوئے کہا کہ چونکہ یہ شخص علم و فضل اور تقویٰ میں ہم سب سے بڑھ کر ہے، اس لئے یہی ہمارا امیر ہے۔ نیز فرمایا کہ ہماری فوج میں تو ایک ہزار سے زیادہ ایسے سیاہ فام شخص ہیں ___ یہ اس مذہب کی بات ہے جس نے ہر دور میں عجمی موالی [1] اور سیاہ فام غلاموں کو دین اور علوم دین میں اجتہاد اور امامت کا منصب عطا فرمایا۔ یہ اس دین حنیف کی خصوصیت ہے جس نے ایک بھینگے، لنگڑے، اپاہج اور چپٹی ناک والے سیاہ فام شخص حضرت عطاءؒ بن ابی رباح کے سامنے اجلہ علم و فضل کو سرنگوں کرادیا جن کی وفات کو اہل مدینہ نے 'عافیت سے محرومی' سمجھا۔ (ماوجدناہ الا کالعافیۃ) جن کے بارہ میں اسلامی سلطنت کے فرمانرو عبدالملک بن مروان موسم حج میں منادی کراتے تھے کہ عطاء کے علاوہ کوئی اور فتویٰ نہ دے، وہ عطاؒ جو اہل حرمین کا امام اور فقیہ تھا، اور جنہیں مسلمانوں کے سب سے بڑے پیشوا ابوحنیفہؒ نے اپنے تمام اساتذہ اور شیوخ سے افضل قرار دیا۔

یہ اس روشن محمدی تہذیب اور حنیفی ملت کی داستان ہے، جس کے ایک خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک سیاہ فام لونڈی کی شکایت پر والی مصر ایوب بن شرجیل کو مامور کیا کہ میرا خط ملتے ہی تم خود سواری کسو، خود روانہ ہو جاؤ اور اپنے سامنے اس کے گھر کی دیوار بلند کرادو۔ گورنر نے جا کر بڑی تلاش کے بعد گمنام لونڈی کا مکان معلوم کیا اور خود اپنی نگرانی میں امیر المؤمنین کی خواہش پوری کی۔

...... تُف ہے اس عقل و خرد پر جو اس روشن اور تابندہ تہذیب کی عصر حاضر کی خونی اور ذلیل تہذیب سے کچھ بھی نسبت قائم کرے [2]۔　　(مئی ۱۹۶۸ء)

---

(۱) اس بارے میں ابن شہاب زہری اور اموی مروانی حکمران عبدالملک بن مروان کا تاریخی مکالمہ جس کو مولانا مناظر احسن گیلانی نے تدوین حدیث ص ۱۲۹ پر ذکر کیا ہے، انتہائی دلچسپ ہے۔

(۲) یورپی استعمار اور اس کی تہذیب پر مولانا نے جس پُر حکمت انداز سے تیشہ زنی کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ (ادارہ)

قسط نمبر (۸)　　رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری

پینتالیس سال قبل سفر حج کے احوال ومشاہدات لکھی گئی ڈائری کے اوراق

وصال محبوبؐ کے صبح وشام　:　شہر محبوبؐ کو الوداع

پینتالیس سال قبل میری پہلی حرمین الشریفین حاضری کے سلسلہ میں مارچ کے شمارہ میں حرمین الشریفین سے میرے بھیجے ہوئے خطوط اور جواب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے والا نامے شائع ہوئے ہیں جس سے قیامِ حرمین کے حالات پر اجمالی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین نے اسے بے حد پسند کیا' سفر کے دوران ایک چھوٹی سی جیبی ڈائری میں ضروری حالات روزنامچہ کی شکل میں نوٹ کرتا رہا مگر وہ ڈائری تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تھی' مارچ کے شمارہ میں سفر حج کی مراسلاتی رپورٹ پڑھ کر کسی اللہ کے بندہ کی دعا قبول ہوئی اور گمشدہ ڈائری کاغذوں کے انبار سے مل گئی اور آج الحمدللہ اس ڈائری کے نوٹس نذر قارئین کئے جارہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت ۲۴۔۲۵ سال کے عمر میں احساسات میں نہ وہ پختگی تھی نہ تاثرات میں گہرائی جبکہ تحریر کا بھی کوئی تجربہ نہیں تھا نہ اس کی اشاعت کا تصور تھا' ڈائری کے ایک ہی صفحہ پر یاداشت کو محدود کرنا پڑتا' پینتالیس سال کے بعد اب وہ نقشے بدل گئے اصاغر' اکابر اور اکابر اپنے وقت کے آئمہ رشد وہدایت بن گئے ہیں' وسائل انتہائی محدود اور سہولتیں عنقا تھیں مگر میں انہی نقوش اور مناظر کو تقریباً نصف صدی بعد اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں اس لئے ڈائری میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حک واضافہ اور ترمیم کئے بغیر اصل شکل میں پیش ہے۔ کسی ضروری تشریح اور توضیح کو حاشیہ میں رکھا گیا ہے۔ [(مولانا) سمیع الحق]

مدینہ منورہ کے الوداعی لمحات کا ذکر کرتے ہوئے جذبات میں تلاطم کی وجہ سے بارگاہ رسالت مآبؐ سے امت کے بعض برگزیدہ اکابر علماء' حکماء اور شعراء کے جذبات عقیدت کا ذکر مناسب سمجھا گیا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے عرض احسن میں اپنا جگر چیر کر امت کی زبوں حالی اور مظلومیت کا حال شفیع المذنبین کے سامنے رکھا' مولانا جامی' علامہ اقبال اور دیگر عارفین کا ارض مدینہ اور آقائے مدینہ ﷺ سے وابستگی کی کچھ جھلکیاں بھی دکھائی گئیں۔ مگر مدینہ منورہ اپنا ذکر چھوڑنے نہیں دیتا اور جی چاہتا ہے کہ حدیث یار ﷺ کا یہ سلسلہ ابھی جاری رہے کہ

ع　لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم　　عربی شاعر نے اسی کیفیت کی ترجمانی کی ہے کہ

اعد ذکر نعمان لنا انّ ذکرہ　　هو المسک ما کرّرتہ یتضوع

اور فارسی شاعر نے بھی انہی دیارِ لیلیٰ ارض نجد وحجاز کی باتیں دہرانے کی خواہش ان الفاظ میں ظاہر کی۔ ؎

باز گواز نجد واز یاران نجد　　تا در و دیوار را آری بہ وجد

پچھلی قسط پڑھنے کے بعد کافی اہل درد احباب نے اس سلسلہ سخن کو مزید دارز کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے کہ محبوب ﷺ کو الوداع کہتے وقت محبوب ﷺ کے محاسن وصفات اور حسن و جمال کی جلوہ افشانیاں بدرجہ اتم ظاہر ہونے لگتی ہیں اور ایسے وقت میں صبر وشکیب کا دامن تھامے رکھنا عشاق کا شیوہ نہیں ہوتا عربی شاعر نے اس کیفیت کو بیان کیا ہے

؎ وجلى الوداع من الحبيب محاسناً　　حسن العزاء وقد جُلين قبيح

امت کے متقدمین نے مدینہ کی حاضری اور اس سے جدائی کی کیفیات اور احساسات کا کن کن طریقوں سے اظہار کیا ہے، اس کی کچھ جھلک دکھائی گئی۔

اکابرین امت کا بے پناہ عشق وگرویدگی:

مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین میں اکابرین امت بالخصوص مشائخ علماء دیوبند نے بارگاہ رسالت سے بے پناہ عشق اور گرویدگی کا جن جن طریقوں سے اظہار کیا ہے اس کے کچھ نمونے بھی یہاں پیش کئے جائیں کہ ان بزرگوں کے بارہ میں حقائق سے بے خبر اہل بدع اور اصحاب عناد نے کتنی بیدردی سے غلط تصویر بنا کر رکھ دی ہے، انہیں گستاخ رسول اور حب نبویؐ سے عاری، قلبی احساسات سے خالی اور عظمت پیغمبر سے (العیاذ باللہ) بے خبر زاہدان خشک کے طور پر پیش کیا ہے، اس وقت دینی مدارس سے وابستہ لاکھوں نوجوان اور اہل علم و دانش کا اپنے اکابر بزرگان دیوبند کے عشق ومحبت۔ درد وسوز، وارفتگی اور وابستگی کا یہ پہلو اور یہ تصویر نگاہوں سے اوجھل ہے شیخ الاسلام سیدنا ومولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اہل زیغ وفساد کے اس پروپیگنڈہ کا منہ توڑ جواب اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں بہت عرصہ ہوئے دیا ہے اور بزرگان دیوبند کی بارگاہ رسالت سے وابستگی کی مثالیں دی ہیں اور اکابر کے دیگر سوانح حیات ضیاء القلوب، کرامات امدادیہ، گلزار معرفت، سوانح قاسمی، ارواح ثلثہ اس پر شاہد عدل ہیں۔

سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی:

اہل حق کے اس طبقہ کے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہیں۔ ۱۲۶۰ھ کو خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی حکم ہوا کہ تم ہمارے پاس آ ؤ' بیدار ہوئے تو دل زیارت مدینہ کے لئے تڑپنے لگا' بے سروسامانی تھی، مگر اللہ کے توکل پر ''عشق حبیب'' کا زادسفر لے کر چل پڑے اور حرمین الشریفین کی زیارت سے سرفراز ہو کر واپس ہوئے۔ حضور ﷺ کے بلاوے پر یہ پہلا حج تھا' واپس ہوئے مگر دل قیام حرمین کے لئے تڑپتا رہا۔ ۱۲۷۶ھ میں ہندوستان سے ہجرت کی اور مکہ معظمہ میں مستقل قیام فرمایا' آپ نے مدح رسول ﷺ اور عشق مدینہ میں بہت سی نظمیں لکھیں یہاں بطور نمونہ دو نعتیں پیش ہیں۔

حامد و محمود و ممدوح خدا　　احمدِ مرسل محمد مصطفیٰ ﷺ
زینت تاج رسالت ہے وہ ذات　　رونق تختِ نبوت ہے وہ ذات
عزت شاہد وفخر سروری　　شانِ بخش مسندِ پیغمبری
روشنیٔ عرش و نورِ لامکان　　شمع بزم عالمِ کون ومکان
راحت وروح وروانِ کائنات　　زندگانی پرورد جانِ حیات

پڑھ تو امداد اس پہ صلوات وسلام
آل واصحاب پراس کی تمام (۱)

☆ ☆ ☆

کہے ہے شوق نبیؐ یہ آکر چلو مدینے چلومدینے　　مَیں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلومدینے
صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیمِ طیبہ نسیم طیبہ　　کہے ہے شوق اَب ہوا میں اُڑ کر چلو مدینے چلومدینے
خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آخر　　مَریں گے اب تو نبیؐ کے در پر چلو مدینے چلومدینے
شہر شہر کیوں پھرے ہے مارا اجو دونوں عالم کی چاہے دولت　　تو سرقدم ہو کے وردیہ کر چلو مدینے چلومدینے
یہ جذبِ عشق محمدیؐ ہیں دلوں کو امت کے کھینچتے ہیں　　کہے ہے ہر دل جو ہو کے مضطر چلو مدینے چلو مدینے
جو کفر وظلم وفساد عصیاں ہر ایک شہر میں ہوئے نمایاں　　تو دین اسلام اٹھے یہ کہہ کر چلو مدینے چلومدینے
رجب کے ہوتے ہیں جب مہینے بھرے ہیں شوق نبیؐ سے سینے　　صدا یہ کے میں کوبکو ہے چلو مدینے چلومدینے
ہلاکت امداد اب تو آج جو فوج عصیاں نے کی چڑھائی　　نجات چاہو تو اے برادر چلو مدینے چلو مدینے (۲)

<u>مولانا محمد قاسم نانوتویؒ:</u> طبقہ دیو بند کے سرخیل اور امام کبیر حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیو بند کے سفر حج کے بارہ میں سوانح قاسمی اور الشہاب الثاقب میں لکھا ہے کہ ''دیار حبیب ﷺ میں جوتا پہن کر چلنا گوارا نہ کیا ان کا ایک رفیق سفر حکیم منصور علی خان نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے کہ ''جب منزل بہ منزل مدینہ شریف کے قریب ہمارا قافلہ پہونچا' جہاں سے روضہ پاک صاحب لولاک نظر آتا تھا' فوراً جناب مولانا مرحوم نے اپنی نعلین (جوتے) اتار کر بغل میں دبالیں اور یا برہنہ چلنا شروع کیا____ مولانا مرحوم مدینہ منورہ تک کئی میل آخر شب تاریکی میں اسی طرح چل کر پا برہنہ پہونچ گئے (۳)۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اس سفر کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ

''جناب مولانا نانوتویؒ چند منزل برابر اونٹ پر سوار نہ ہوئے۔ اونٹ موجود تھا مگر خالی رہا' پیر میں زخم پڑ گئے تھے' کانٹے لگتے تھے' پتھروں نے ٹکرا ٹکرا کر پاؤں کا حال دگرگوں کر دیا تھا۔ حضور اقدس ﷺ کے گنبد مبارک کا رنگ

---

(۱) حیات امداد ص ۵۲　(۲) گلزار معرفت ص ۵　(۳) سوانح قاسمی جلد سوم ص ۶۰۔۶۱

سبز ہے، حضرت نانوتویؒ نے ساری زندگی سبز رنگ کا جوتا نہ پہنا۔ جبکہ کمبخت کا جوتا بہت پسند کیا جاتا تھا، اور بعض خدام وعقیدت مند بڑی محبت سے ایسے جوتے بنوا کر پیش کرتے تھے، لیکن آپ رنگ کی مشابہت کی وجہ سے اس سے احتراز برتتے تھے اس ادب واحترام اور احساس عظمت کا صلہ یہاں پہونچنے سے پہلے طریق سفر میں اہل اللہ کے مبشرات سے اس طرح ملا کہ حج کو جاتے ہوئے ضلع انبالہ کے موضع پنجلاسہ کے ایک باکمال بزرگ سے ملے تو دعا کی درخواست کی، بزرگ نے جواب میں کہا کہ بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں؟ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں دونوں جہانوں کے بادشاہ ﷺ کے سامنے بخاری شریف پڑھتے ہوئے دیکھا(۱) ___ محبوب مدینہ کے اس زار ونزار عاشق مولانا محمد قاسم کے جذبات عشق کا اظہار قصائد قاسمی کے نام سے ان کے لکھے ہوئے عشق ومحبت میں ڈوبے ہوئے قصیدوں سے ہوتا ہے، یہاں ان کے دو قصیدے پیش کئے جارہے ہیں۔ پہلا منظوم قصیدہ رائیہ تو عالم عشق وسوز اور درد وتڑپ کا ایک شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

الٰہی کس سے بیان ہوسکے ثنا اس کی
کہ جس پہ ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار

جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دوچار

گرفت ہو تو ترے اک بندہ ہونے میں
جوہوسکے تو خدائی کا اک تری انکار

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے
کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخرکار

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ ومار

جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب میرے
کہ میں ہوں اور سگان حرم کے تیرے قطار

اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار

ولے یہ رُتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار

مگر نسیم مدینہ ہے گرد باد بنا
کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار

غرض نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن
خدا کی اور تیری الفت سے میرا سینہ فگار

لگے وہ تیر غم عشق کا مرے دل میں
ہزار پارہ ہو دل خون دل میں ہوں سرشار

(۲) ارواح ثلثہ ص ۱۹۳

انہوں نے اپنے سلسلہ تصوف اور شجرہ مشائخ طریقت میں جس کا آغاز سرورِ کائنات علیہ السلام سے ہوتا ہے حضور اقدسؐ سے توسل کا اظہار جس والہانہ جذب وسوز سے کیا ہے کیا عشق وسرمستی کی دنیا میں یہ ایک انمول نمونہ نہیں؟

بحق آں کہ او جان جہان است　　فدائے روضہ اش ہفت آسمان است
بحق آنکہ محبوبش گرفتی　　برائے خویش مطلوبش گرفتی
پسندیدی زجملہ عالم آں را　　بما بگذاشتی باقی جہاں را
گزیدی از ہمہ گلہا تو او را　　نمودی صرف او ہر رنگ وبورا
ہمہ نعمت بنام او نمودی　　دو عالم را بکام او نمودی
بآں کو رحمۃ للعالمین است　　بدرگاہت شفیع المذنبین است
بحق سرور عالم محمدؐ　　بحق برتر عالم محمدؐ
بذات پاک خود کاں اصل ہستی است　　از وقائم بلندی ہا و پستی است
ثنائے او نہ مقدورِ جہان است　　کہ کنہش برتر از کون ومکان است
درونم راہ عشق خویشتن سوز　　بہ تیر درد خود جان ودلم دوز
دلم را محوِ یاد خویش گرداں　　مرا حسب مراد خویش گرداں
بچشم لطف اے حکیم تو برسر　　بحالِ قاسم بے چارہ بنگر

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اپنے شیخ فقیہ الہند ابوحنیفہ وقت مولانا رشید احمد گنگوہی کی مدینہ طیبہ اور صاحب مدینہ علیہ السلام سے گرویدگی کے بارہ میں لکھتے ہیں: ''قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے یہاں تبرکات میں حجرۂ مطہرۂ نبویہ کے غلام کا ایک سبز ٹکڑا بھی تھا۔ بروز جمعہ کبھی حاضرین وخدام کو جب ان تبرکات کی زیارت خود کرایا کرتے تھے تو صندوقچہ خود اپنے دست مبارک سے کھولتے اور غلاف کو نکال کر اول اپنی آنکھوں سے لگاتے اور منہ سے چومتے تھے پھر اوروں کی آنکھوں سے لگاتے اور انکے سروں پر رکھتے۔'' (الشہاب الثاقب ص ۵۲)

''مدینہ منورہ کی کھجوریں آتیں تو نہایت عظمت وحفاظت سے رکھی جاتیں اور اوقات مبارکہ متعددہ میں خود بھی استعمال فرماتے اور حضار بارگاہ مخلصین کو بھی نہایت تعظیم اور ادب سے اس طرح تقسیم فرماتے کہ گویا نعمت غیر مترقبہ اور اثمار جنت ہاتھ آگئے ہیں۔'' (الشہاب الثاقب ص ۵۲)

''مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں نہایت حفاظت سے رکھتے، لوگوں کو پھینکنے نہ دیتے اور نہ خود پھینکتے تھے۔ انکو ہاون

دستہ میں کٹوا کر نوش فرماتے۔ مثل چھالیوں کے کتر وا کر لوگوں کو استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے تھے'' (ایضاً ص ۵۲)

حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں کہ ''احقر ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میں ہمراہی بھائی محمد صدیق صاحب جب حاضر خدمت ہوا تھا تو بھائی صاحب سے پہلے ہی حاضری میں حضرت قدس سرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ حجرہ شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خاک بھی لائے ہو یا نہیں۔ چونکہ وہ احقر کے پاس موجود تھی اس لئے باادب ایستادہ پیشکش خدمت اقدس کیا تو نہایت وقعت اور عظمت سے قبول فرما کر سرمہ میں ڈلوایا اور روزانہ بعد عشاء خواب استراحت فرماتے وقت اتباعاً للسنۃ اس سرمہ کو آخر عمر تک استعمال فرماتے رہے۔'' (الشہاب الثاقب' ص ۵۲)

''بعض مخلصین نے کچھ کپڑے مدینہ منورہ سے خدمت اقدس میں تبرکاً ارسال کئے۔ حضرت نے نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے ان کو دیکھا اور شرف قبول سے ممتاز فرمایا۔ بعض طلبہ حضار مجلس نے عرض بھی کیا کہ حضرت اس کپڑے میں کیا برکت حاصل ہوئی' یورپ کا بنا ہوا ہے۔ تاجر مدینہ میں لائے وہاں سے دوسرے لوگ خرید لائے ہیں' اس میں تو کوئی وجہ تبرک ہونے کی نہیں معلوم ہوتی۔ حضرت نے شبہ کو رد فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ کی اِس کو ہوا تو لگی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو یہ اعزاز اور برکت حاصل ہوئی ہے۔'' (الشہاب الثاقب' ص ۵۲)

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ خود احقر کا مشاہدہ ہے کہ تین دانے ان کھجوروں کے جو صحن خاص مسجد نبوی میں نصب ہیں اسی سال لا کر حضرت اعلیٰ کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ اسکی حضرت نے اس قدر وقعت فرمائی کہ نہایت اہتمام سے انکے ستر سے کچھ زائد حصے فرما کر اپنے اقرباء و مخلصین و محبین میں تقسیم فرمائے اور اپنا بھی ان میں ایک حصہ قرار دیا۔ (الشہاب الثاقب ص ۵۲) ـــــ ''حجرۂ مطہرۂ نبویہ کا جلا ہوا زیتون کا تیل وہاں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مخلصین نے ارسال کیا تھا' حضرت نے باوجود نزاکت طبعی کے جس کی حالت عام لوگوں پر ظاہر ہے اس کو پی ڈالا۔ حالانکہ اولاً زیتون کا تیل خود بے مزہ ہوتا ہے' ثانیاً بعد جلنے کے اس میں اور بھی تغیر ہو جاتا ہے۔'' (ایضاً ' ص ۵۳)

''جن الفاظ میں ایہام گستاخی و بے ادبی ہوتا تھا ان کو بھی حضرت گنگوہیؒ نے باعث ایذاء جناب رسالت مآب علیہ السلام ذکر کیا۔ اور آخر میں فرمایا کہ بس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اگر مقدور ہو اور اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہیئے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبیریا تعالیٰ شانہٗ اور اس کے رسول امین ﷺ کا ہے۔'' (الشہاب الثاقب' ص ۵۰) ـــــ آپ فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگر چہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ (الشہاب الثاقب' ص ۵۷)

''(حضرت گنگوہیؒ) حرم نبوی میں حاضری کے آداب لکھتے ہوئے زبدۃ المناسک (جس کا تفصیلی ذکر اس سے پہلے بار بار آچکا ہے) میں فرماتے ہیں کہ جب مدینہ منورہ کو چلے تو کثرت درود شریف کی راہ میں بہت کرتا رہے۔ پھر جب درخت وہاں کے نظر پڑیں تو اور زیادہ کثرت کرے' جب عمارت وہاں کی نظر آوے تو درود پڑھ کر کہے:

اللھم ھذا حرم نبیک فاجعله وقایة لی من النار واماناً من العذاب وسوء الحساب

اور مستحب ہے کہ غسل کرے یا وضو اور کپڑا صاف اچھا لباس پہنے اور نئے کپڑے ہوں تو بہتر اور خوشبو لگائے اور پہلے سے پیادہ ہولے اور خشوع اور خضوع جس قدر ہو سکے فروگزاشت نہ کرے اور عظمت مکان کی خیال کئے ہوئے درود شریف پڑھتا ہوا چلے جب مدینہ مطہرہ میں داخل ہو کہے: رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً اللھم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارة رسولک ﷺ مارزقت اولیاءک واھل طاعتک واغفرلی وارحمنی یا خیر مسئول الخ اور ادب اور حضور قلب اور دعا اور درود شریف بہت پڑھے۔ وہاں جابجا موقع قدم رسول اللہ ﷺ ہیں۔

امام مالکؒ مدینہ منورہ میں سوار نہیں ہوتے تھے، فرماتے تھے کہ مجھ کو حیاء آتی ہے کہ سواری کے گھروں سے اس سرزمین کو پامال کروں کہ جس میں حبیب اللہ ﷺ چلے پھرے ہوں اور بعد تحیۃ المسجد کے سجدہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اس کے نصیب کی، پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور باادب تمام اور خشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب اور ہیبت ہے اور حضرت محمد ﷺ کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کئے ہوئے تصور کرے اور کہے السلام علیک یا رسول اللہ اور بہت پکار کر نہ بولے آہستہ خضوع اور ادب سے بہ نرمی عرض کرے۔ (حضرت مدنی الشہاب الثاقب ص ۴۹۔۵۰ بحوالہ زبدۃ المناسک ص ۴۵۸)

حضرت سہارنپوریؒ حضرت شیخ الہندؒ شاہ عبدالرحیمؒ، حضرت تھانویؒ، مفتی اعظمؒ

بعض لوگوں نے اکابر علماء دیوبند کے خلاف ایک غلط اور گمراہ کن فتویٰ پر حرمین شریفین کے علماء کی تصدیقات حاصل کرلیں اور ۱۳۲۵ھ میں وہ فتویٰ ہندوستان میں شائع کر دیا۔ جب علماء حرمین کو اس دھوکہ دہی اور مغالطہ انگیزی کا علم ہوا تو انہوں نے ۲۶ سوالات مرتب کر کے اکابر دیوبند کو بھیجے، جن کے جوابات فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے فصیح عربی زبان میں مرتب کئے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، قطب العالم مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی اور دوسرے اکابر دیوبند نے ان جوابات پر اپنی تصدیقات لکھیں اور وہ جوابات حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) کے علماء کو بھیج دیئے گئے۔ ان حضرات نے جوابات کو بہت پسند فرمایا اور برحق و درست تسلیم کرتے ہوئے ان کی تصدیق کی۔ مصر و شام وغیرہ کے علماء نے بھی ان جوابات کی تحسین کی اور اپنی تصدیقات سے مزین فرمایا۔

یہ سوالات و جوابات اور تصدیقات عقائد علماء دیوبند کے نام سے چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ہم اپنے موضوع کے مناسبت سے ان جوابات کے بعض حصوں کا ترجمہ ذیل میں نقل کرتے ہیں: (بحوالہ بارگاہ رسالت اور بزرگان دیوبند از مولانا عبداللہ)

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے گو شدِ رحال سے اور بذل جان ومال سے نصیب ہو اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے اور ساتھ ہی مسجد نبوی اور دیگر مقامات وزیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت ہو جائے گی۔ اس صورت میں جناب رسالت مآب ﷺ کی تعظیم زیادہ ہے اس کی موافقت خود حضرت کے ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت کو آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں اور ایسا ہی ملا جامیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے زیارت کے لئے حج سے علیحدہ سفر کیا اور یہی طرز مذہب عشاق سے زیادہ ملتا ہے۔

وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔ (عقائد علماء دیوبند ص ۲۶ ـ ۲۷)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپکی حیات دنیا کی سی ہے، بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے، آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کیساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے، تمام مسلمانوں بلکہ تمام آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ ''انباء الاذکیا بحیوۃ الانبیا'' میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے، کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔ (عقائد علماء دیوبند ص ۳۰ ـ ۲۹)

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء اولیاء وشہداء وصدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ

حضرت علامہ کشمیری جو اتباع سنت اور شمائل نبویؐ کی چلتی پھرتی تصویر تھے، اس فنافی الرسول کی یہ حالت تھی کہ پنجاب کے متنبی کذاب قادیانی کے تعاقب میں انتہائی ضعف ونقاہت اور شدید بیماری اور سخت گرمی میں بہاولپور کا سفر کیا اور مشہور زمانہ مقدمہ بہاولپور میں کئی کئی دن، پانچ پانچ گھنٹے دلائل بیان کئے، مقدمہ کے فیصلہ میں تاخیر ہوتی رہی، تو وصیت کی کہ اگر فیصلہ کرنے سے پہلے میری زندگی نے وفا نہ کی تو میری قبر پر فیصلہ سنا دیا جائے۔ ۱۹۳۳ء میں وصال

ہوا اور ۱۹۳۵ء میں فیصلہ آیا جو قادیانیوں کے ارتداد اور تکفیر کے بارہ میں تھا۔ بہاولپور سے مولانا محمد صادق دیوبند گئے اور وصیت کے مطابق مزار شریف پر جج کا فیصلہ بلند آواز سے سنایا (بحوالہ بارگاہ رسالت اور بزرگان دیوبند، ص ۲۶)

جناب رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں آپ نے بہت سے عربی اور فارسی قصیدے لکھے ہیں اور آپ کے ابتدائی زمانہ کے اردو کے نعتیہ اشعار بھی ملے ہیں، چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

الغرض از جملہ عالم مصطفیٰ مجتبیٰ — خاتم دور نبوت تا قیامت بے مرا
افضل واکمل زجملہ انبیاء نزد خدا — نعت اوصاف کمال اوفزوں تراز عدید
تاصبا گلگشت گیہاں کردہ میا شدمدام — بوئے گل بردوش وے گردو بعالم صبح وشام
باد بروے از خدائے وے درود وہم سلام — نیز براصحاب وآل وجملہ اخیار عبید
وزجناب وے رضا براحقر آن مستہام — خاصہ آں احقر کہ افقر ہست از جملہ انام
مستغیث ست الغیاث ای سرور عالی مقام — درصلہ از بارگاہت در نشید ایں قصید

(۱)

شاہ جانباز اگر ہمارا ہے — کیا ہے غم جب کہ وہ سہارا ہے
گروہ نہیں تو کچھ نہیں میرا — وہ اگر ہے تو میرا سارا ہے
وصف تیری زبان کی زینت ہے — بزم کواس نے کیا سنوارا ہے
دونوں جگ میں ہے وہ باآسانی — جس کے اوپر تیری مدارا ہے
اپنے در سے نہ کھید انور کو — حلقہ درگوش جب تمہارا ہے (۲)

آپ کا ایک شعر ہے:

قہوۂ حمد راسزد انور
دار چینی زنعت پیغمبر

جب یہ شعر ایک مجلس میں حضرت امیر شریعتؒ کے سامنے پڑھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ "اس سے معلوم ہوا کہ حمدِ خدا پوری ہی نہیں ہوتی جب تک نعت رسولؐ نہ کہی جائے" (جاری ہے)

---

(۱) انوار انوری از مولانا محمد انوری ص ۱۲

(۲) ماہنامہ قائد مراد آباد بحوالہ بارگاہ رسالت اور بزرگان دیوبند، ص ۲۵

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

نظام تعلیم کی اصل بنیاد کیا ہونی چاہیے؟

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم فعن ابی ہریرۃؓ ان رسول صلعم قال اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الامن ثلثۃ اشیاء من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع منہ اوولد صالح یدعوالہ

(ابی داؤد ج ۲)

محترم حاضرین! گزشتہ جمعہ حدیث مذکورہ کے ضمن میں مکافات عمل اور صدقات جاریہ کے بارہ میں چند معروضات ذکر کیئے تھے جن کا نچوڑ یہی تھا کہ مرنے کے بعد جن اعمال کا اجر وثواب بدستور جاری رہتا ہے۔

نیک اور صالح اولاد:

ان میں ایک اہم اور بڑا وسیلہ وذریعہ نیک وباکردار اولاد جو والدین کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے دعوات کو اپنا وظیفہ حیات بنادیں اولاد کی یہی قسم انبیاء کی اس دعا کی ''کہ اے رب ہم کو آپ عطا فرما اپنی طرف سے نیک اولاد آپ ہی دعاؤں کا سننے والا ہے' کا حقیقت میں مصداق بنے گی' لیکن یہ یاد رکھیں کہ اولاد کے اس اعلیٰ منصب پر فائز ہونے میں سب سے زیادہ عمل دخل والدین ہی کا ہے کہ پیدائش کے بعد ان کی پرورش کس انداز میں کی۔ جس کے نتیجہ میں یہ صدقہ جاریہ بن سکتے ہیں' یا الٹا والدین بھی ان کی وجہ سے ابدی عذاب میں خدانخواستہ مبتلا ہوتے ہیں'

فتنوں کی یلغار:

تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ قرب قیامت کے جن علامات اور فتنوں کے یلغار کا جو ذکر احادیث مقدسہ میں ہو چکا ہے۔ ان کا عروج ہے' کوئی گلی' محلّہ' گاؤں اور شہر ایسا نہیں جو عذاب کا سبب بننے والے گمراہی واسباب' گمراہیوں سے خالی ہے' گویا گناہوں کی طرف دعوت اور رغبت دلانے والے اسباب کا طوفان اور یلغار ہے۔ بڑے بڑے اپنے آپکو باہمت اور اصحاب استقامت سمجھنے والوں کا اس طوفان کے سامنے بند باندھنا تو دور کی بات ہے صرف اپنے اور اپنی اولاد واہل خانہ کو محفوظ رکھنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے' تاقیامت باقی رہنے والے اور تمام حالات میں نافذ العمل شریعت یعنی دین مصطفوی ﷺ کے سرمدی وابدی ایسے بنیادی اصول وقواعد مقرر فرمائے جس سے بچے کی

شخصیت کا ارتقاء وتعمیر کیلئے ان اصول واحکامات پر عمل کرنے سے عقیدہ واخلاق اور حسن معاشرہ جیسے خصائص کا پیدا ہونا آسان ہو جاتا ہے۔

اولاد کی تربیت اور والدین کا کردار:

جیسے کہ بار بار عرض کرتا چلا آرہا ہوں کہ اولاد جو دنیا کی نعمتوں میں اعلیٰ ترین نعمت ہے، کارآمد تب ہوگی جب ان کے تربیت کرنے والے بھی شریعت کے اعلیٰ صفات کے حامل ہوں، مثلاً ان کا فعل انکے قول کے مطابق ہو، بچوں کو منکرات اور لغویات کے ارتکاب سے منع کرنے کا ورد تو بار بار کر رہے ہیں مگر ان کے سامنے خود ایسے اعمال پر کاربند ہوں جو فحاشی، عریانیت لہو ولعب سے بھرپور ہوں اور اولاد سے توقع رکھیں کہ یہ پاکباز والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک، ان کی خدمت گزار اور ان کیلئے دعا گو ہوگی، اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اگر خود صوم وصلوۃ، جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند۔ ماموارت پر عمل کرنے والا منکرات سے بچنے والا، اپنے سے عمر میں بڑے بزرگوں کی عزت کرنے والے اور کم عمر افراد سے شفقت ومحبت کرنے والے ہوں تو بچوں کے اذہان پر بھی ان ہی اخلاق حسنہ اور امتیازی اوصاف کا اثر ہوگا اپنے پیدائشی فطرت کے مطابق نشو ونما کے ایک پاکیزہ اور دینی لحاظ سے عمدہ معاشرے کا فرد بن جائے گا۔ دینوی زندگی میں بھی خوش قسمت اور اخروی زندگی بھی خوش نصیبوں کے زمرہ میں شامل ہو کر والدین کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔

جب اولاد میں شعور پیدا ہو:

اس کے لئے والدین کا اولین فریضہ یہ کہ بچے جب شعور اور سمجھداری کی عمر کو پہونچ جائیں تو ان کے ایمان اور عقیدہ کی پختگی کے لئے ان کا رشتہ قرآن مجید سے جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ جس کے لئے ابتداء میں ناظرہ قرآن اور قرآن کا پڑھنا سیکھنے کا اہتمام ضروری ہے، لڑکا ہو یا لڑکی، والدین مسلمان گھر کے تمام افراد مسلمان ارد گرد کا ماحول اسلامی، پھر ایک مسلمان کا بچہ یا بچی بڑا ہو کر قرآن پڑھنے سے عاجز ہو، تو اس سے بڑھ کر تربیت کنندگان اور اولاد کی دینوی اور دینی بد قسمتی اور کیا ہوگی۔ دینی احکامات سے لاعلمی اور غفلت کا نتیجہ ہے آج بھی ہمارے کئی گھرانے ایسے ہیں کہ بچہ کے شعور کی حد کو پہونچتے ہی لاحاصل بے فائدہ الفاظ ان کے زبان پر آنے پر واہ واہ اور خوشی کا اظہار تو کرتے ہیں، مگر اس طرف کوئی دھیان نہیں کہ اگر اس معصوم زبان پر گندے، بے مقصد کلمات جاری ہونے کے بجائے مالک حقیقی کا نام یعنی اللہ اور ایسے الفاظ جو ذکر اللہ پر مشتمل ہوں تو اس کم عمری ہی سے ان کے ایمان کی جھلک اور خوف خدا کی مضبوط اور خوشگوار عمارت کی تعمیر شروع ہو جائے گی۔

قرآن سے محروم لوگ:

میرا کئی ایسی مجالس میں بعض دوستوں سے ملاقات کا اتفاق ہوا جہاں قرآن کی تلاوت جاری ہو، بعض

حضرات یہ کہتے ہوئے تلاوت سے معذرت کر جاتے ہیں کہ ہم نے قرآن کا پڑھنا سیکھا ہی نہیں۔ اس عظیم نعمت سے محرومی پر بے پناہ افسوس و دکھ ہوتا ہے۔

قرآن کے ربط و تعلق کے ساتھ عمر میں جس قدر اضافہ ہو رہا ہو' دین و شریعت کے بنیادی واہم اور ضروری احکامات و مسائل وقتاً فوقتاً ان کو ذہن نشین کرا کر ان پر عمل کرنے اور نہ کرنے کے اجر و سزا سے بھی آگاہ کیا جائے۔ الحمدللہ کہ اب تو دینی مدارس موجود ہیں۔ جو اسلام اور اسلامی نظریات کی حفاظت کے عظیم قلعے ہیں۔

ائمہ مساجد کا لائق تحسین عمل:

مگر اس کے علاوہ ہمارے معاشرہ میں اکثر و بیشتر مساجد کے ائمہ بھی انتہائی قابل قدر ہیں جو اپنی طرف سے اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی ایک ذمہ داری سمجھ کر محلہ کے نابالغ بچوں کو بغیر کسی دنیوی غرض و لالچ کے دن کے کسی حصہ میں ناظرہ و حفظ قرآن سکھانے و پڑھانے کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں' کئی نیک بخت یہیں سے قرآن کے پڑھنے سے مالا مال ہو جاتے ہیں' لیکن والدین کے لئے صرف اسی پر انحصار کر کے اپنی ذمہ داری اور مسؤلیت سے فارغ ہونے کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ گھر میں بھی اولاد کے لئے تعلیم قرآن کا بندوبست کریں' اسی سے ان کا روحانی و قلبی اور بدنی ربط قرآن سے قائم ہوگا۔

تعلیمی نظام کی اصل بنیاد:

بزرگوں کا قول ہے کہ بچوں کو قرآن کریم کا حفظ کرانے اور قرآن مجید کی تعلیم تمام تعلیمی نظام کی بنیاد ہے۔ کیونکہ یہ دین کے شعائر میں سے ایسا عمل ہے جو عقیدے کو مضبوط اور مستحکم کر دیتا ہے۔ بچپن کا زمانہ فضول لہو ولعب' بے ہودہ ڈرامے بے حیائی پر مشتمل ناولوں' جرائد و رسائل جو ذہنی و اخلاقی بربادی کا ذریعہ بن جاتے ہیں' کے پڑھنے سننے اور دیکھنے کی بجائے سید الانبیاء محمد الرسول اللہ کے زرین اقوال' صحابہ' تابعین' اولیاء اور نیک بندوں کے احوال و واقعات سننے' پڑھنے کا عادی بنانا' قرآن و حدیث کی روشنی میں دینی افکار و اعمال سے اپنے عمل اور قول کے ذریعہ آگاہ کرنا' والدین کی عظمت و مقام ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے اطاعت اور بعد از مرگ ان کے رفع درجات کے لئے مغفرت کی دعوات جیسے مسائل ان کے اذہان میں راسخ کرنے سے صدقہ جاریہ کی حیثیت ان کو حاصل ہوگی۔

بچیوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام:

ہم میں سے کئی ناسمجھ دوستوں کی افراط و تفریط کی وجہ سے میں آپ حضرات کو بار بار یاددہانی کے طور پر عرض کرتا رہتا ہوں کہ اولاد کی تربیت کے بارہ میں یہ معروضات صرف بیٹوں کے لئے نہیں بلکہ بچیوں کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے۔ روزمرہ زندگی میں آپ بھی مسلسل دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تو خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے' بچیوں کی تربیت' تعلیم اور صلاح و فلاح میں اکثر غفلت سے کام لیا جارہا ہے۔ جو نہ صرف دینوی زیادتی

بلکہ اخرت میں والدین سے سخت باز پرس ہوگی۔ قرآنی تعلیمات واحکامات کے جہاں مرد مخاطب اور عمل کرنے کے پابند ہیں، یہی کیفیت عورتوں کی بھی ہے، ماسوائے دو چار احکامات کے جہاں شریعت پر عمل نہ کرنے پر مردوں کا محاسبہ ہوگا، اسی انداز میں عورتوں سے بھی ان کے ایک ایک عمل کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ پھر ازروئے اسلام کوئی وجہ نہیں کہ تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں مرد وزن میں تفریق کی جائے، اسلام نے عورتوں کو وہ مقام دیا، جس کا دنیا کی غیر مسلم تہذیبیں تصور بھی نہیں کرسکتیں، دینوی زندگی بھی عزت، عفت، حیاء اور پاکدامنی کی اور آخرت میں ان کے مربیوں کا دنیا میں ان کے ساتھ بہترین صلہ واجر سرکار دو عالم ﷺ کے اس فرمان مبارک میں واضح مذکور ہے۔

خواتین کی تعلیم وتربیت پر اجر وثواب:

عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من کانت له ثلاث بنات او ثلاث اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتهن واتقی الله فیهن فله الجنة (رواه الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت ابو سعید حذریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہن ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا معاملہ رکھے، اور ان کے حقوق کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے۔''

رحمۃ دو عالم ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے: **عن ابن عباسؓ ومن عال ثلث بنات او مثلهن من الاخوات فادبهن ورحمهن حتی یغنیهن الله اوجب الله له الجنة فقال رجل یا رسول الله او ثنتین قال ثنتین لو قالوا او واحدة لقال واحدة الخ.**

ترجمہ: ابن عباسؓ حضور ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص تین بیٹیوں یا انہی کی طرح تین بہنوں کی پرورش کرے اور پھر انکی تربیت کرے اور ان کیساتھ پیار محبت کرے، یہاں تک کہ اللہ انکو بے پرواہ کردے (یعنی ان کی مزید پرورش کی ضرورت نہ رہے) تو اللہ انکو جنت کا حقدار قرار دیتا ہے۔ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہی اجر دو بیٹیوں و بہنوں کی پرورش پر بھی ملتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دو پر بھی یہی اجر ملتا ہے۔ اگر صحابہ ایک بیٹی یا بہن کے بارہ میں پوچھتے تو حضور ﷺ وہی جواب دیتے کہتے کہ ہاں ایک پر بھی یہی اجر ملے گا۔

ان احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حضور ﷺ اور دین حقہ نے جس طرح مذکر اولاد کی تعلیم و تربیت، اسلامی شعائر واحکامات سکھانے، حسن اخلاق کے اصول اپنانے پر زور دیا ہے، بالکل اسی طرح سلوک ورویہ مونث اولاد یا زیر دست رشتہ داروں کے لئے بھی اختیار کرنا ہے، مذکورہ امور میں کسی جنس کو دوسرے پر نہ فوقیت ہے بلکہ اولاد اللہ کی عظیم نعمت ہے، جس میں دونوں برابر ہیں حضور ﷺ نے تو یہاں تک خوشخبری دی کہ جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش اور تربیت کرے کہ دونوں حد بلوغ کو پہونچ کر اپنے اپنے گھروں کو آباد کرلیں تو وہ خوش قسمت قیامت کے دن

اس طرح حاضر ہوگا کہ میں اور وہ بالکل قریب ہوں گے درمیانی اور شہادۃ کی انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ اس طرح آپس میں ملے ہوئے۔ اس سے بڑھ کر قسمت والا کون ہوگا جسے محشر کے اندوہناک روز سراپائے رحمت ﷺ سے اتنا قرب حاصل ہو رب العزت مجھے اور آپ کو حضور ﷺ سے اتنے قریب اور رضا کے مقام پر فائز فرمائے۔

بچیوں کے مربی جنت میں داخل:

جو بچہ والدین کی صالح تربیت کی وجہ سے والدین کی موت کے بعد اگر ان کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے گا وہی مقام اس بچی کا بھی ہوگا۔ جو والدین کی سرپرستی اور بہترین تربیت کی وجہ سے اپنے مربیوں کے لئے مغفرت کی طلب گار رہتی ہے، لیکن بچی تب والدین کی بخشش کی دعائیں دے گی کہ اس کے ساتھ جاہلیت دور کا سلوک نہ کیا گیا ہو اور نہ بیٹی کو دنیاوی امور میں غیر شرعی طریقہ سے بیٹے پر ترجیح دینے کا مرتکب ہوا ہو مشفق اعظم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله من ولدت له انثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده يعنى الذكر عليها ادخله الله بها الجنة (رواه الحاكم)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے زندہ دفن کرے اور نہ اس سے ذلت آمیز سلوک کرے اور نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دے، یعنی اس کیساتھ ویسا ہی سلوک کرے جیسا لڑکوں کیساتھ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس حسن سلوک کے بدلے اس مربی کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

آغاز تعلیم لا اله الا الله سے کرو:

محترم بات ہو رہی تھی اولاد کے بارہ میں کہ کون سی اولاد صدقہ جاریہ ثابت ہوگی اپنے والدین کے لئے۔ جیسے عرض کر چکا ہوں کہ اولاد جب تین چار سال کی عمر کو پہونچ جائے گھر ہی میں تعلیم جو مثلاً کلمہ شہادت اور دین کی عام فہم اور آسان مسائل سمجھانے پر محنت شروع کر دی جائے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ اس عمر کو پہونچتے وقت والدین فکرمند ہو جاتے ہیں کہ اس کی زبان کھلتے ہی کسی انگلش میڈیم ادارہ میں داخل کر کے سب سے پہلے اس کے معصوم و پاک زبان پر کتے، چوہے اور بلی کا نام انگریزی میں آجائے۔ جبکہ مسلمان کے لئے تو حضور ﷺ نے یہ تعلیم فرمائی ہے۔

عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ افتحوا على صبيانكم اول كلمة بلا اله الا الله

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود حضور ﷺ سے روایت فرما رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سیکھنے کی تعلیم دو۔

تعلیم کے اثرات: بچے کی فطرت میں نقالی کا مادہ بکثرت موجود ہونے کی وجہ سے جب بار بار اس کے سامنے یہی کلمہ پڑھا جاوے اور اس کے استطاعت کے مطابق اسے سیکھنے اور پڑھنے کی کوشش بھی کی جائے تو بہت جلد اس کی زبان پر ہر وقت یہی کلمہ جاری رہ کر باطن پر ظاہر کا اثر ہونا بھی ضروری ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ عمر بڑھنے کے ساتھ

ایمان اس کے دل میں جگہ پکڑ کر اس پر یقین محکم حاصل ہو چکا ہوگا۔ اگر بچپن ہی سے مشنری اداروں اور لادین اساتذہ پر مشتمل تعلیمی اداروں کے حوالہ کر کے خود والدین دینی تربیت سے غافل ہو جائیں تو ایسی اولاد اکثر دین سے بیزار، والدین کی نافرمان، دینی اقدار، اسلام کے بنیادی اصولوں اور اسلامی تہذیب وتمدن سے نہ صرف ناآشنا بلکہ مذاق اڑاتا رہے گا۔ آج یہی کیفیت مسلم گھرانوں کے جدید تعلیم سے آراستہ بچوں میں بکثرت موجود ہے اور اس جرم میں ان کے ساتھ وہ لوگ جن کے ذمہ ان کی پرورش اور دینی تربیت تھی وہ بھی برابر کے شریک ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے

"کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ

''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔''

اولاد والدین کی رعیت ہے، ان کے اصلاح وفساد کے بارہ میں والدین جواب دہ ہوں گی کہ ان کو راہ راست پر چلانے کے لئے کون سی تدابیر اختیار کیے گئے۔

آداب کی تعلیم:

بچوں کو سنن، مستحبات اور اسلامی آداب پر عمل کرنے کا خوگر بنانے کے لئے ان احکامات کے ثمرات ونتائج بیان کرنے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے، مثلاً دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیے اور بایاں ہاتھ استنجاء وناک صاف کرنے کے استعمال میں لائیں۔ کھانے سے پہلے شروع بسم اللہ سے کرنی چاہیے۔ کسی کے گھر یا کمرہ میں داخل ہونا بغیر اجازت منع ہے۔ سونے اور نیند سے بیدار ہونے کی دعا، مسجد میں داخل اور خارج ہونے کا مسنون طریقہ بمعہ دعا، کسی مجلس میں شامل ہونے سے پہلے اہل مجلس اور راستے میں ملنے والے ہر مسلمان پر سلام، علماء اور نیک لوگوں کے ہم نشینی کے درجات، بری صحبت کے مضر اثرات، جھوٹ اور تہمت لگانے کی مذمت، سچ اور حق بات کہنے کی فضیلت، کمزور وناتواں کے ساتھ تعاون، بیت الخلاء میں داخل ہونے اور فارغ ہونے کی دعوات، نماز جو کہ دین کا مرکزی واہم ستون ہے، اس کی پابندی کے مفید نتائج اور نہ پڑھنے کے مضر اثرات، حلال اشیاء وامور کے حاصل کرنے کی کوششیں اور حرام سے بچنا۔ انسان حتیٰ کہ حیوانات کو بھی بلاوجہ اذیت نہ دینا، اسلام کے امن وسلامتی کا مذہب ہونے کی تفہیم، حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی اہمیت اجاگر کرنا وغیرہ جیسے احکامات کا بچوں کے سامنے بار بار کہنے سے اچھا اثر ضرور ان کے دل پر پڑے گا۔ شیر اور گیدڑ، کتے اور بلی کے قصے ان کو سنانے سے ان بچوں میں بھی ان جانوروں کی صفات پیدا ہوں گی۔ اس کی بجائے اگر ان کو رحمۃ للعالمین ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، علماء، اتقیاء، اولیاء، مجاہدین اور شہداء کی شجاعت، اخوۃ، علم وتقویٰ و بہادری اور خوف خدا پر مشتمل قصے اور کارہائے نمایاں سنائے جائیں تو ان کو انہی صفات کو اپنانے کی طرف راغب پائیں گے۔

جب بچے خود کو پہچانتے ہیں: ایک بزرگ عالم دین نے اپنے وعظ کے دوران مولانا رومیؒ کی حکایت نقل

کی ہے کہ ایک چرواہے کو جنگل میں شیر کا بچہ ملا۔ اس نے پکڑ کر اس کی پرورش بھیڑ بکریوں کے ساتھ شروع کی' بھیڑ بکریاں عام طور پر بزدل ہوتی ہیں' شیر کا بچہ اس کمزور مخلوق کے درمیان رہنے کی وجہ سے انہی کے صفات بزدلی و نرم خوئی کے رنگ میں رنگ گیا۔ طبیعت و مزاج بھی کمزور جنس کی طرح ہوا۔ ایک دفعہ چشمہ میں پانی پیتے ہوئے اس نے اپنا عکس دیکھ کر معلوم ہوا کہ میں تو بھیڑ بکری نہیں بلکہ شیر کا بچہ ہوں۔ بھیڑ اور شیر کے عادات اور مزاج میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ محسوس کرنے کے بعد وہ اپنے یعنی شیر کی طبیعت اور جبلت کی طرف لوٹ آیا تو اس نے اسی ریوڑ پر حملہ کر کے سب کو تہس نہس کر دیا' یہی کیفیت بچہ کی بھی ہے' اگر اسے بزدل' بداخلاق اور بے دین لوگوں کی صحبت ملی تو ان کے عادات واطوار کا نمونہ بن جائے گا اگر نیک' دین پر مر مٹنے والے' اخلاق پیغمبری سے مالا مال اشخاص کی معیت ملی تو گوہر نایاب کی حیثیت سے سچا پکا اور صحیح العقیدہ مسلمان بن کر والدین اور تمام معاشرہ کیلئے نیک نامی کے ذریعہ گناہوں سے بچنے والا اور نیکیوں کا عادی بن جائیگا۔

صبر وتحمل کی تلقین:

اگر کوئی سرپرست صرف یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے بری ہونے کی کوشش کرے کہ میں نے تو اپنی اولاد کو صحیح راستہ پر چلنے کی تلقین کئی دفعہ کی مگر وہ راہ راست پر نہ آیا۔ نجات کے لئے کافی نہیں۔ آخرت کا عذاب اور تباہی دنیا کی اذیت اور بربادی سے کئی ہزار گناہ زیادہ ہے' جبکہ مالک کائنات کا حکم ہے کہ اپنے آپ' اولاد اور اہل خانہ کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ دنیا کی آگ اور تباہی جس کی آخرت کی آگ اور بربادی سے کوئی نسبت نہیں۔ اس سے اپنے آپ اور اولاد کو بچانے کے لئے تو ہم لاکھ جتن کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں تو کیا واقعی سرپرستوں نے اولاد کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے وہ وسائل' کوششیں اختیار کیں جو کاوشیں اولاد کو دنیوی تکالیف سے بچانے کے لئے کرتے ہیں۔ جبکہ آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے اگر سردھڑ کی بازی لگانے کا موقع آئے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرنا۔ انبیاء صحابہ' تابعین' صلحاء اور اولیاء کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ ان مقدس ہستیوں نے اپنے زیر کفالت افراد کو دین کی پٹڑی پر لانے کے لئے کتنی مساعی کئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ میں باری تعالیٰ کا فرمان ہے:　　**وکان یامرو اھلہ باالصلوۃ والزکوٰۃ**

ترجمہ:　حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کی (ادائیگی) کا حکم دیتے۔

لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو وصیت:

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کی تربیت اور اصلاح اس انداز میں کی جیسے کہ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے:

واذ قال لقمٰن لابنہ وھو یعظہ یبنی لاتشرک باللہ

ترجمہ:　جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے برخوردار کو دین حقہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

یٰبنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔

ترجمہ: اے بیٹے ! بیشک اللہ نے تم کو دین منتخب کر دیا ہے' اس لئے تم مسلمان بن کر اس دنیا سے رخصت ہو'

یہ وہ طریقے ہیں جسے انبیاء اور قرآن نے وعظ و نصیحت اور تربیت اولاد کے سلسلہ میں اختیار کر کے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اپنی اولاد کی اصلاح اسی انداز میں کرنے کی دعوت دی۔

عصری علوم ممنوع نہیں ہیں: اس لمبے بیان کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی اولاد کو مکمل عالم بنانا لازمی ہے' اور عصری و دینوی علوم سے بالکل محفوظ رکھنا ہے' بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے دنیا میں رہنے کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے عصری علوم سے باخبر رہنا بلکہ اس میں غیر مسلم اقوام سے بڑھ کر مہارت حاصل کرنا لازمی ہے۔ زندہ رہنے اور بدن میں قوت آنے کے بعد احکامات ربانی کی ادائیگی ہوگی' جس کے لئے کھیتی باڑی کرنا اس میں جدید ایجادات و اکتشافات بھی کرنے ہوں گے۔ صحت حاصل کرنے اور بیماریوں سے بچنے کے لئے طب میں مہارت ضروری ہے۔ اپنے اور امت کے دفاع کے لئے اس دنیا کے نئی ٹیکنالوجی کو اختیار کر کے' ظالم کے ظلم سے بچا جا سکے گا۔ اسلام کہیں بھی ہاتھ پہ ہاتھ رکھنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام دشمن عناصر کے اسلام پر کئے گئے شبہات و متعصبانہ اعتراضات کے لئے انہی کی زبان کو سیکھ کر مدلل انداز میں جوابات دینے کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن ان تمام دینوی علوم و فنون کو حاصل کرنے کا تعلق صرف اسی دنیا تک محدود ہے۔ مسلم معاشرہ کے اولاد پر یہ لازم ہے کہ تمام جائز دنیوی علوم کے اسلحہ سے مسلح ہو کر اپنے خطہ کو ایک ترقی یافتہ اور کفار و اغیار سے بے نیاز باعزت' ایمانی قوت سے بھرپور' بہادر و جانثار اسلام کی عزت و عظمت کے لئے مرنے مٹنے والے افراد کی حیثیت سے اس دنیا میں زندگی گزاریں۔ یہ سب کچھ تب ہوگا کہ والدین ان کے بچپن ہی سے نشو و نما شعور کے دور ہی سے ان کو اسلام کے بنیادی اور اہم عقائد مثلاً توحید' رسالت' انبیاءؑ صحابہؓ' والدین' عظمت قرآن کی تعلیم' امانت و دیانت' سچائی' گناہوں سے پرہیز' نیکیوں پر عمل پیرا' قیامت' قبر کے سوال و جواب وغیرہ سے ان کے قلب و دماغ میں دین کی حقانیت اجاگر کر دیں۔ پھر جیسے لوگوں سے ان کا واسطہ زندگی میں پڑیگا۔ جس معاشرہ میں رہنا ان کی قسمت میں مقدر ہو' صراط مستقیم سے ان کو لادینی کی طرف لانے کا نہ خطرہ رہے گا اور نہ خوف۔ آپ حضرات نے جب ان کو ایک اچھا اور مثالی مسلمان بنانے میں اس انداز سے کوشش کی تو یہی اولاد آپ کے لئے زندگی میں بھی خیر کا ذریعہ اور تمہارے مرنے کے بعد بھی رفع درجات اور مغفرت کی دعائیں کرنے والا صدقہ جاریہ ثابت ہوگا۔

خالق کائنات ہمیں اور آپ سب کو اپنے بچوں کی اسلامی تعلیم و معاشرہ اور ماحول میں پرورش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے امین۔

مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حج بیت اللہ۔ چند حکمتیں اور مصلحتیں

یوں تو شریعت مطہرہ کے احکام حکمتوں کے تابع نہیں ہوتے اور نہ ہم اس پر مکلف ہیں کہ ان مقرر کردہ احکام کی حکمتوں کی تلاش اور تفحص میں پڑ جائیں بلکہ ایک کامل تابع فرمان غلام کی طرح جیسا بھی مالک کی طرف سے حکم صادر ہو جائے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس کی بجا آوری کی جانب متوجہ ہو جائیں۔

ع　　سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔

بس یہی بندگی کی انتہاء و معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اسی بندگی کا تقاضا کرتا ہے اور یہی عبدیت اور عبودیت بارگاہ اقدس میں ایک اعلیٰ و افضل عمل ہے۔ خداوند قدوس اپنے جلیل القدر پیغمبر خاتم النبیین سید المرسلین اپنے حبیب رسول اللہ ﷺ کے واقعہ معراج کے بارے میں فرماتے ہیں۔

سبحان الذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من آیاتنا ۔ لعبدہ فرمایا بنبیه یا برسوله ذکر نہ کیا۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: **الحمدلله الذی انزل علی عبده الکتاب** اور اسی طرح ارشاد فرمایا **وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا** اور خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **افلا اکون عبدا شکوراً** ۔ اس لئے کہ عبدیت انتہائی تواضع لامحدود انکساری اور کامل اطاعت کی دلیل ہے۔ عبدیت میں اظہار تبتل ہے۔ اظہار فقر ہے اظہار محتاجی ہے و **تبتل الیه تبتیلا** ۔ فقر کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

یاایها الناس انتم الفقراء الی الله والله هو الغنی الحمید

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ **الفقر فخری** ۔ علامہ اقبالؒ اپنے شہرہ آفاق قطعہ میں فرماتے ہیں:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر　　از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

تو بات حکمت کی چل رہی تھی کہ احکام حکمتوں کے تابع نہیں ہوتے بلکہ ان کی نسبت علل اور اسباب کی طرف جاتی ہے علامہ ابن ہمامؒ نے باب العشر والخراج میں وجوب علت کے لئے حکم کے ملزوم ہونے کی بھی سختی سے تردید کی ہے۔ اور

کہا ہے کہ علل شرعیہ حکم کے لئے صرف علامات ہوتی ہیں۔ حکم میں موثر نہیں ہوتیں اسی لئے زوال علت کے بعد بھی حکم کا باقی رہنا جائز ہے۔ شریعت میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً رمل، رمی جمرات اور ظہر وعصر کی نمازوں میں اخفاء قرأت وغیرہ کہ ان کی علتیں اب موجود نہیں۔ لیکن ان کے احکام باقی ہیں۔

امام ولی اللہ دہلویؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

امتثال لایتوقف علیٰ معرفۃ المصالح. واوجبت ایضاً انه لایحل ان یتوقف فی امتثال احکام الشرع. اذا صحت بها الروایة علی معرفة تلک المصالح لعدم استقلال عقول کثیر من الناس فی معرفة کثیر من المصالح ولکون النبی ﷺ اوثق عندنا من عقولنا. ولذالک لم یزل هذا العلم مضنونا به علیٰ غیر اهله ولیشترط له مایشترط فی تفسیر کتاب الله ویحرم الخوض فیه بالرأی الخالص .غیر المستند الی السنن والآثار.

یعنی احکام پر عمل حکمتوں کے جاننے پر موقوف نہیں اور احادیث نے یہ باتیں بھی ثابت کی ہیں کہ احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں جبکہ وہ صحیح روایت سے ثابت ہو جائیں انکی مصلحتوں کے جاننے تک توقف کرنا جائز نہیں کیونکہ بہت سے انسانوں کی عقلیں بہت سی حکمتوں کو بطور خود نہیں سمجھ سکتیں اور نبی کریم ﷺ کی ذات ہمارے نزدیک ہماری عقلوں سے کہیں زیادہ قابل اعتماد ہے اور اسی وجہ سے ہمیشہ یہ علم (اسرار دین) نااہلوں کو دینے میں بخیلی کی گئی اور اس کیلئے وہ شرائط ہیں جو کتاب اللہ کی تفسیر کے لئے ہیں اور اس علم میں محض ایسی رائے سے جو احادیث اور صحابہ وتابعین کے ارشادات سے موید نہ ہوں غور وخوض کرنا حرام ہے۔

یعنی احکام شرعیہ پر عمل کرنا حکمتیں اور مصلحتیں جاننے پر موقوف نہیں۔ اگر چہ احکام میں حکم اور علل اور حسن وقبح ملحوظ ہوتا ہے مگر امتثال اس حسن وقبح کے جاننے پر موقوف نہیں۔ البتہ اس کی تحقیق ضروری ہے کہ ادہ حکم قرآن وحدیث سے صراحۃً یا استنباطاً ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن جب حکم کی تحقیق ہو جائے تو اس پر عمل درآمد میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔ آج کل غیروں کی تقلید میں عمومی طور پر انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کی جو ذہنیت بنتی جارہی ہے کہ حکم کی حکمت معلوم ہوگی اور اس پر ذہن مطمئن ہوگا۔ تب عمل کرنے کے لئے سوچیں گے کیونکہ احکام شرعیہ کے علل ومصالح اور ذاتی حسن وقبح پر انسان نہیں سمجھ سکتا اور اس وجہ سے یہ علم علم اسرار دین نااہلوں کو دینے میں ہچکچاہٹ محسوس کی گئی اور ہر کس ناکس کے سامنے احکام کی علتیں اور حکمتیں بیان کرنے میں تذبذب ہوتا ہے کہ معلوم نہیں وہ بات سمجھ سکے گا یا نہیں۔

بلکہ یہ علم اتنا دقیق ہے کہ اس کو پڑھانے کے لئے اور اس علم میں کتاب لکھنے کے لئے وہ تمام شرائط ہیں جو کہ علم تفسیر کے لئے ہیں اور وہ علوم ضروری ہیں جو کہ علم تفسیر کے لئے ضروری ہیں اور جس طرح کہ تفسیر بالرائے حرام ہے اسی طرح اس علم میں دلائل وقرائن کے بغیر اور آثار صحابہ وتابعین کے بغیر غور وفکر کرنا بھی حرام ہے۔ علاوہ ازیں مصالح

اور حکم کو جان کر علم کرنا اتنی مضبوط بات نہیں جتنی اللہ اور رسول کا حکم سمجھ کر عمل کرنا ہے، مومن کا اعتماد عقل پر نہیں ہوتا، اللہ اور رسولؐ کے حکم پر ہوتا ہے عقل تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی ہے اور اللہ کے رسول اللہ کے رسول ہیں، پس جب کوئی حکم رسول اللہؐ سے ثابت ہوگیا تو اب مومن کو کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔ (بحوالہ حجۃ اللہ البالغۃ مع شرح اردو رحمۃ اللہ واسعۃ)

یہ تو حکمت کے متعلق ایک تمہیدی بحث تھی، لیکن یہاں پر یہ نکتہ ذہن نشین کرنا چاہیے کہ احکام میں حکمت کو تلاش کرنا یا فن حکمت شرعیہ وعلم اسرار دین ایک لایعنی اور بے فائدہ ولا حاصل شے ہے۔ اس کے بے شمار فوائد ہیں اور بہت سے لاینحل عقدے اس کے ذریعہ کھل چکے ہیں اور انتہائی مشکل اور صعب ترین مقامات میں اس علم نے دستگیری کی ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ صاحب، شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس موضوع پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔ اسکے بعد اس نے حضرت شاہ صاحبؒ نے حج بیت اللہ کی عمومی طور پر سات حکمتیں اور مصلحتیں بیان کی ہیں۔

منها تعظیم البیت فانه من شعائر الله وتعظیمه هو تعظیم الله تعالیٰ

ان حکمتوں اور مصلحتوں میں سے ایک تعظیم بیت اللہ ہے کیونکہ یہ شعائر اللہ میں سے ہیں اور اس کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب**

منها تحقیق معنی العوصة دوسری مصلحت حج کے ذریعہ دربار خداوندی کی حاضری اور پیشی کو ثابت کرنا اور واقعہ بنانا مقصود ہے کیونکہ جس طرح بادشاہ وقتاً فوقتاً دربار منعقد کرتے ہیں تاکہ رعایا اس میں حاضر ہوں اور مختلف فوائد سے دامن پر کرے، اس لئے ہر ملت کے لئے کوئی ایسا اجتماع ضروری ہے جس میں قریب اور بعید کے لوگ یکے بعد دیگرے آئیں۔ ایک دوسرے کو پہچانیں۔ اپنا دین سیکھیں، اور ملت کے شعائر کی تعظیم بجالائیں۔ حج ایسے ہی دربار خداوندی کی حاضری ہے اس کے اجتماع عظیم سے مسلمانوں کی شوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ تمام مسلمانوں یعنی مسلمانان عالم کا سب سے عظیم اور سب سے بڑا اجتماع ہے جس میں اقصائے عالم سے لاکھوں مسلمان شرکت کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **یاتون من کل فج عمیق**۔ حج کے اجتماعات کے علاوہ اور بھی اجتماعات ہوتے ہیں۔ مثلاً روزانہ پانچ نمازوں کی جماعت میں شرکت کرنا۔ اس کے بعد جمعہ کے اجتماع اس کے بعد عیدین کے اجتماع لیکن یہ اجتماعات مقامی ہیں اسلئے اس میں ایک ساتھ سب کی حاضری ضروری ہے اور حج کا اجتماع ایک عالمی اجتماع ہے جس میں ایک ساتھ تمام مسلمانوں کی حاضری دشوار ہے۔ اس لئے فرمایا کہ لوگ یکے بعد دیگرے آئیں یعنی کوئی اس سال آئے اور کوئی اگلے سال۔ شیخ الحدیث ریحانۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہر حاکم اور ہر بادشاہ کو اپنی رعایا کے مختلف طبقات کو بیک وقت ایک جگہ جمع کرنے کا جتنا اہتمام اور خواہش ہوتی ہے وہ سب کو معلوم ہے اور اس کے لئے مختلف نوع کے جشن اور مختلف نام سے انجمنیں بنا کر ان کے سالانہ جلسے وغیرہ کرائے جاتے ہیں۔ حج میں یہ مصلحت علی وجہ الاتم پوری ہوتی ہے۔

چونکہ حج کے موقع پر عالم اسلام کے اکثر حاکم وزراء اور دوسرے اہل حل وعقد جمع ہوتے ہیں اور ان کا تعلق مختلف ممالک سے ہوتا ہے تو ان مختلف ممالک کے اہل الرائے اور ارباب حل وعقد مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی لائحہ عمل تجویز کریں تو اس کی تشکیل اور اشاعت کے لئے یہ بہترین موقع ہے اسی طرح مختلف ممالک سے آئے ہوئے زائرین کے درمیان اتحاد اور تعلقات پیدا کرنے کے لئے حج کے موقع سے بہتر کوئی صورت نہیں۔

و منها ما توارث الخ تیسری حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جو باتیں متوارث چلی آرہی ہیں۔ حج کے ذریعہ ان کی ہمنوائی مقصود ہے کیونکہ وہ دونوں حضرات ملت حنفی کے پیشوا ہیں۔ انہوں نے ہی عربوں کے لئے احکام مشروع کئے ہیں، یعنی عرب میں انہی کا دین رائج ہے۔ اور ہمارے نبیؐ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ ملت حنفی کا ظہور اور غلبہ ہو سورۃ الحج میں ارشاد ہے: **ملة ابيكم ابراهيم** پس جو باتیں ملت حنفی کے ان دونوں اکابر سے شہرت کے ساتھ منقول ہیں۔ ان کی حفاظت اور نگہداشت ضروری ہے، جیسے خصال فطرت اور جیسے حج کے ارکان حدیث شریف میں ہے کہ کچھ لوگ میدان عرفات میں موقف (ٹھہرنے کی جگہ) سے فاصلہ پر وقوف کئے ہوئے تھے آپ نے اطلاع بھجوائی کہ اپنی عبادت کی جگہ میں ٹھہرو اس لئے کہ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی متابعت و میراث پر ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ جو کہ حج کا بنیادی رکن ہے، موافقت کے باب سے ہے، بقول حضرت الشیخ زکریاؒ حج اس عبادت کی بھی یادگار ہے اور بقاء ہے جو آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر ہر مذہب وملت میں رہی ہے۔

ومنها الاصطلاح علی قال چوتھی مصلحت حج میں بعض اعمال اس لئے ہیں کہ ایک حالت پر سب حاجیوں کا اتفاق واتحاد ہو جائے تاکہ عوام وخواص کے لئے سہولت ہو، جیسے ۸/ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام کرنا اور وہاں پانچ نمازیں ادا کرنا، تاکہ وہاں سے نو ذی الحجہ کی صبح کو عرفات کی طرف روانگی میں سہولت ہو، اور جیسے عرفہ سے واپسی پر مزدلفہ میں شب باشی کرنا۔ اور فجر کے بعد وقوف کرنا تاکہ دس ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف روانگی میں سہولت ہو۔ غرض اس قسم کا اتحاد ضروری ہے ورنہ لوگوں کے لئے دشواری ہوگی۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو اس کا تاکیدی حکم دیا جائے، ورنہ لوگوں کی کثرت اور پھیلاؤ کی وجہ سے ان کا کلمہ متحد نہیں ہوگا۔

ومنها الاعمال التی تعلق الخ پانچویں مصلحت اور حکمت حج میں بعض ایسے اعمال شامل کئے گئے ہیں جو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ان اعمال کا مرتکب اور انجام دینے والا خدا پرست دین حق کا پیرو ملت حنفی کا متبع اور ان نعمتوں پر اللہ کا شکر بجا لانے والا ہے، جو اس ملت کے اگلوں پر اللہ نے کی ہیں۔ جیسے صفا و مروہ کی سعی اس انعام کی یادگار کے طور پر مناسک میں شامل کی گئی ہے جو کہ اللہ نے حضرت ہاجرہ پر کیا تھا۔

ومنها ان اهل الجاهلية کانوا يحجون الخ چھٹی مصلحت اور حکمت یہ ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں

حج کیا کرتے تھے' اور حج کو ان کے دین میں بنیادی حیثیت حاصل تھی مگر انہوں نے حج میں دو قسم کی غلط باتیں مخلط کی تھیں۔ ایک حج میں ایسے اعمال شامل کئے تھے' جو کہ حضرت ابراہیمؑ سے منقول نہ تھے وہ ان پر محض افتراء ہے اور ان میں غیر اللہ کو شریک بنانا بھی تھا' جیسے اساف اور نائلہ کی تعظیم کرنا اور منات نامی بت کے لئے احرام باندھا یا مشرکین کا اس طرح تلبیہ پڑھنا کہ آپؐ کا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک جو آپ کا ہے ایسے خود ساختہ اعمال کے لئے ضروری یہ تھا کہ امن کی ممانعت کی جائے اور ان سے سختی کے ساتھ روک دیا جائے۔

اساف اور فائلہ دو بت تھے جن کے بارے میں مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ دونوں ایک زمانہ میں مرد و زن تھے' جنہوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا اور وہ مسخ کر دیئے گئے تھے۔ اور پتھر بن گئے تھے' عبرت کے لئے ان کو صفا اور مروہ پر رکھ دیا گیا تھا پھر رفتہ رفتہ قابل تعظیم اور معبود بن گئے اور منات قبیلہ خزاع اور ھذیل کا بت تھا' جس کو مکہ وا!لے مانتے تھے' حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسلام سے پہلے انصار منات کے لئے احرام باندھا کرتے تھے۔

دوسری جاہلیت کے لوگوں نے کچھ باتوں کو فخر و غرور کے طور پر دین بنالیا تھا اور ان کو حج میں شامل کرلیا تھا' جیسے قریش جب حج کیا کرتے تھے تو مزدلفہ میں ٹھہر جاتے تھے' عرفہ تک نہیں جاتے تھے' عرفہ حرم سے باہر ہے اور مزدلفہ حرم میں ہے وہ کہتے تھے کہ ہم حرم کے کبوتر ہیں اس لئے حرم سے باہر نہیں نکل سکتے اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی **ثم افیضوا من حیث افاض الناس** تم سب کیلئے ضروری ہے کہ اس جگہ ہو کر واپس آؤ جہاں اور لوگ جا کر واپس آتے ہیں۔ چنانچہ اس رسم کا خاتمہ ہو گیا۔

منات بت کیلئے انصار نے احرام باندھنے کو ایک خاص علامت بنالیا تھا' اس لئے ان کو صفا و مروہ کی سعی میں تنگی محسوس ہو رہی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **ان الصفاء والمروہ من شعائر اللہ** یہ انداز بیان انصار کی دل تنگی کو دور کرنے کے لئے ورنہ صفا و مروہ کی سعی واجب ہے۔

ومنها انهم كانوا الخ ساتویں حکمت اور مصلحت یہ ہے اہل جاہلیت نے کچھ فاسد قیاسات گھڑ رکھے تھے' جو دین میں غلو کے قبیل سے تھے اور وہ لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث تھے' اور ایسی باتوں کے لئے بھی یہی ضروری تھا کہ ان کو منسوخ کر دیا جائے اور ان کو بالکلیہ چھوڑ دیا جائے مثلاً ان زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ تھا کہ جب احرام باندھ لیتے تھے تو گھر میں دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ پیچھے سے دیوار پھاند کر داخل ہوتے تھے ان کا خیال یہ تھا کہ دروازے سے گھر میں داخل ہونا۔ ایک طرح کا دنیا سے فائدہ اٹھانا ہے' جو احرام کے منافی ہے تو سورۃ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔ **ولیس البان تاتوا لبیوت من ظهور ها** یہ نیکی کی بات نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ۔ اسی آیت کے ذریعہ اس غلط تاثر کو باطل کیا گیا۔

(۲) اہل جاہلیت موسم حج میں تجارت کو ناپسند کیا کرتے تھے' انکا خیال تھا کہ اس سے اخلاص میں خلل پڑتا ہے

تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **لاجناح علیکم ان تتبغوا فضلا من ربکم**

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو یعنی روزی۔

۳۔ زمانہ جاہلیت میں ایک غلط دستور یہ تھا کہ زادِ سفر کے بغیر خالی ہاتھ حج کا سفر کیا کرتے تھے، اور اس کو توکل اور کارِ ثواب خیال کیا کرتے تھے، پھر وہاں پہنچ کر ہر ایک سے سوال کیا کرتے تھے اور مانگتے پھرتے تھے، تو آیت نازل ہوئی **وتزودوا فان خیر الزاد التقوی**

۴۔ زمانہ جاہلیت میں ایک فاسد خیال یہ بھی چلا آتا تھا، کہ حج کے ساتھ عمرہ کو جائز نہیں سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ بدترین گناہ یہ ہے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کیا جائے اور وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ جب صفر کا مہینہ گزر جائے اور حجاج کے اونٹوں کے زخم مندمل ہو جائیں اور حجاج کے قافلوں کے نشانات بارش وغیرہ سے مٹ جائیں تو جو عمرہ کرنا چاہے تو عمرہ کر سکتا ہے حالانکہ اس میں آفاقی کے لئے اور دور دراز سے آنے والوں کے لئے سخت پریشانی تھی۔ ان کو عمرے کے لئے نئے سفر کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر یہ غلط رسم مٹا دیا، صحابہ کرام حج کا احرام باندھ کر مکہ آئے تھے، ان کو حکم دیا گیا کہ آپ نیت کو بدل دیں اور افعال عمرہ کر کے احرام کھول دیں، پھر مکہ ہی سے حج کا احرام باندھیں آپ ﷺ نے اس میں سختی برتی تا کہ پرانی عادت اور دلوں میں بیٹھی ہوئی عادت کا ازالہ ہو سکے۔

یہ سات حکمتیں اور مصلحتیں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ذکر فرمائی ہیں جس کی توضیح اس کی شرح رحمۃ اللہ الواسعہ سے اخذ کی گئی۔

علاوہ ازیں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے بھی حج کی مزید حکمتیں اور مصلحتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں سے بعض کی طرف حضرت شاہ صاحبؒ کی سات حکمتوں میں اشارہ کیا گیا اور باقی چند کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دنیا کے مختلف طبقات میں مساوات پیدا کرنے کے لئے حج بہترین عمل ہے کہ امیر غریب بادشاہ فقیر ہندی عربی ترکی چینی وغیرہ سب ایک ہی حال میں ایک ہی لباس میں ایک ہی مشغلہ میں معتدبہ زمانہ تک رہتے ہیں اور ان کے درمیان آپس کی اخوت محبت تعلقات تعارف اور رشتہ اتحاد قائم کرنے کے لئے حج بہترین موقع ہے، سرمایہ داری کے مخالف امیر و غریب میں مساوات پیدا کرنے کے لئے اسلام کا ہر حکم نماز، روزہ، حج، زکوۃ اس مصلحت کو نہایت آسان اور کامیاب طریقہ سے پیدا کرتا ہے، دنیا بھر کے اولیاء و اقطاب اور ابدال کا ایک معتد بہ طبقہ حج میں ہر سال شرکت کرتا ہے۔ ان کے فیوضات و انوارات و کمالات سے استفادہ کا بہترین موقع ہونے کے ساتھ ساتھ حج ان متبرک مقامات کی زیارت کا ذریعہ بھی ہے، جہاں لاکھوں عشاق نے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جانیں دے دیں۔ جبکہ علمی لحاظ سے سفر حج نہایت بہتر چیز ہے کہ اس موقع پر ہر جگہ کے علماء موجود ہوتے ہیں۔

ان کی علمی حیثیت اور ہر مقام کے علمی مراکز، علمی کارنامے انکی ترقیات و تنزل اور ان کے اسباب پر تفصیل سے اطلاع

ہوسکتی ہے' اللہ کی معصوم مخلوق فرشتے جو عرش الٰہی کے طواف میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں' حج میں ان سے تشبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور حدیث کے پاک ارشاد من تشبہ بقوم فھو منھم کی بناء پر فرشتوں کے ساتھ جو کسی وقت اور کسی آن اللہ جل شانہ کی منشاء کے خلاف نہیں کرتے مشابہت حاصل ہوتی ہے۔

معاشی لحاظ سے دنیا کی معلومات کا ذریعہ سفر حج ہے' بہتر نہیں ہے کہ ہر ملک کی مصنوعات ایجادات پیداوار کے حالات اور اس قسم کی جتنی معلومات اور تفصیلات معلوم کرنا چاہیں اس سفر میں بہترین طریقہ سے حاصل ہوسکتی ہے اور مذہبی حیثیت سے رہبانیت ایک بہت ہی اہم اور اونچی چیز شمار کی جاتی ہے' پہلی امتوں میں فکر اسلام نے اس کو روک کر سفر حج کو اس کا بدل قرار دیا۔ چنانچہ زینت کی اشیاء بیوی سے صحبت تو در کنار صحبت تک کا ذکر ناجائز کر دیا۔ دنیاوی حیثیت سے ہر قوم میں ایک میلہ لگتا ہے اور یہ ایک قدیم دستور ہے' ہر ملک اور مذہب کے لوگ اس کے عادی ہیں۔ عام طور پر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کے لئے حج کو اس کا نعم البدل قرار دیا کہ بجائے لہولعب' کھیل کود' شور و شغب کا مختلف مظاہروں اور سفروں کے ان ہی چیزوں کو عبادت کی شکل میں بدل دیا' جس میں ان سب جذبات کا جو لہو ولعب کی شکل میں تھے' توحید و عشق الٰہی کی طرف امالہ ہوگیا اسلام کا ابتدائی دور جہاں مسلمان انتہائی بے بسی کے عالم میں ہر وقت مظلومانہ زندگی بسر کرتے تھے اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ کفار کے مظالم برداشت کرتے تھے' اور اسلام کا انتہائی دور جہاں وہ ہجرت کے بعد غالب اور فاتح کی شکل میں رہے اور غالب وقوی ہوکر اپنے کمال اخلاق سے نہ صرف یہ کہ پرانے مظالم کو بالکل نظر انداز کیا بلکہ اپنے اخلاق کی خوبی اور وسعت سے اسلام کو ایسا پھیلایا کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس کا نور پھیل گیا۔ اس سفر حج میں دونوں شہروں کی زیارت سے دونوں یادگاریں تازہ ہوتی ہیں اور دونوں سبق یاد کرنے کا امت کو موقع ملتا ہے۔

مکہ مکرمہ رسول اللہ ﷺ کا مولد ہے' پیدائش یہاں ہوئی۔ اور ۵۳ سال کی عمر تک کے مختلف دور یہاں گزرے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کا گھر اور مزار مبارک وہاں ہے۔ رسالت کے اکثر احکام وہاں نازل ہوئے۔ اس سفر سے دونوں یادگاروں کی زیارت حضورؐ کے زمانہ کی یاد کو تازہ کرنے والی ہے اور محبت کو بڑھانے والی ہے' لوگ یادگار قائم کرنے کے لئے مختلف چیزیں ایجاد کیا کرتے ہیں' اسلام نے حج اور زیارت کا حکم دے کر خود اس یادگار کو قائم کرلیا۔ مرکز اسلام کی تقویت وقوت اور حرمین شریفین کے رہنے والوں کی اعانت نصرت ان کے حالات کی تحقیق ان کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا بہترین ذریعہ حج وزیارت ہے کہ جب ان سے تفصیلی ملاقات ہوگی تو ان کی اعانت اور مدد کا جذبہ خود بخود دل میں پیدا ہوگا۔ اور وہاں سے واپسی پر بھی عرصہ تک انکی یاد رہے گی۔

سفر کی کئی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سفر حج بھی اہم قسم ہے' سفر سے ایک طرف تو اخلاق کی جلا اور صفائی ہوتی ہے تو دوسری طرف بدن کی صحت کے لئے بھی معین ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سافروا تصحوا سفر کرو

صحتیاب ہوگئے۔ تبدیلی آب و ہوا صحت کے لئے معین و مددگار ہے۔

علم الالسنہ کے شوقین حضرات کے لئے حج کے زمانہ سے بہترین موقع شاید نہ مل سکے' کہ ایک ہی جگہ عربی' اردو' ترکی' فارسی' پشتو' چینی' جاوی' انگریزی وغیرہ وغیرہ ہر زبان کے واقف لوگ ملیں گے۔ اور اس طرح سپاہیانہ زندگی جو کہ اسلامی زندگی کا خصوصی شعار ہے۔ حج کے سفر میں پوری طرح پائی جاتی ہے۔ لباس و معاش میں بھی اور چلنے پھرنے میں بھی۔ آخر میں حضرت الشیخ رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ نمونہ کے طور پر یہ مختصر اور مجمل اشارات کئے ہیں غور کرنے سے بہت سے امور اور مصالح سمجھ میں آتے رہتے ہیں لیکن یہ نہایت اہم جزو ہے کہ اصل مقصد اللہ جل شانہ کے ساتھ تعلق کا بڑھانا ہے اور دنیا کی محبت اور اس سے بے رغبتی پیدا کرنا ہے۔

امام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے تمام مناسک حج کی فرداً فرداً حجۃ اللہ البالغہ میں مصلحتیں اور حکمتیں ذکر کی ہیں جو کہ الہامی اور القائی انعامات ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے' ضروری ہے کہ ان حکمتوں اور مصالح کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

بطور نمونہ: تلبیہ و احرام کی حکمت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ **ان الاحرام فی الحج و العمرہ بمنزلة التکبیر فی الصلوٰۃ فیه تصویر الاخلاص و التعظیم.** حج اور عمرہ میں احرام بمنزلہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے ہے۔ یہاں پر اگرچہ حضرت شاہ صاحبؒ نے تلبیہ کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ صرف احرام پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن بقول شارح احرام اور تلبیہ میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جب حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھا جائے تو احرام شروع ہو جاتا ہے اور افعال کی ادائیگی تک باقی رہتا ہے اور آخر میں اس کو باقاعدہ کھولنا پڑتا ہے۔ جیسے نماز کی نیت کر کے جب تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے تو نماز شروع ہو جاتی ہے اور نماز کے آخر تک تحریمہ باقی رہتا ہے' پس حج اور عمرہ کے احرام میں تلبیہ کی حیثیت یہی ہے جیسی نماز میں تکبیر تحریمہ کی۔ پھر احرام اسی طرح مستمر رہتا ہے جس طرح تحریمہ' تلبیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اظہار کیا جاتا ہے' اور قول و فعل کے ذریعے نیت کو امرِ محسوس بنایا جاتا ہے۔ اور احرام کے ذریعہ نفس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے خاکساری اور فروتنی کرنے والا بنایا جاتا ہے' وطن کی آسائشوں کو چھوڑ کر چل دیتا ہے' اپنی مالوف اور پیاری عادتوں کو چھوڑ کر زیب و زینت کی تمام شکلوں کو بالائے طاق رکھ کر فقیروں اور محتاجوں کی صورت بنالیتا ہے' حاجی کی شان یہ ہے کہ وہ پراگندہ حال اور اس کے بدن سے پسینے اور میل کی بو آتی ہے اور یہی پراگندہ حالی' تھکاوٹ اور درماندگی یہ تمام چیزیں احرام میں متحقق ہوتی ہیں۔ پھر ممنوعات احرام کی چند حکمتیں بیان فرمائی ہیں' حج و عمرہ میں خاکساری' ترک زینت اور پراگندہ سری مطلوب ہے اور یہ مقاصد ممنوعات احرام سے بچنے ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کے خوف اور تعظیم کا احساس ممنوعات سے بچنے پر موقوف ہے۔ اور ان ممنوعات احرام کے ذریعہ اپنے نفس کا محاسبہ کیا جاسکتا ہے تاکہ وہ اپنی خواہش میں بے لگام نہ ہو جائے۔

حضرت مولانا ابوالخیر سید حمد اللہ بختیاری
بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ نعمان بن ثابت للبنات/ بنگلور

''امام اعظم اور تصوف''

(ایک اجمالی مطالعہ)

حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کوفی تابعی قدس سرہ (متوفی ۱۵۰ھ م ۷۶۷ء بمقام بغداد) کی عظیم المرتبت شخصیت کے وسیع منظرنامے پر ایک پنہاں پہلو ''تصوف'' جو اکثر اصحاب فکرونظر سے دور رہا۔ لیکن حیات اور کارناموں کے پس منظر پر اگر نظر عمیق سے دیکھیں تو یہ واضح ہوگا کہ اہل تصوف وسلوک نے اصلاح باطنی کے تعلق سے جو اصلاحی نصاب ترتیب دیا' اس سے بہت پہلے حضرت امام ابوحنیفہؒ اس پر کاربند نظر آتے ہیں' اور پھر ان کی تمام زندگی کے تمام گوشوں پر احسان وسلوک کی کیفیات ومشاہدات اجاگر ملتی ہیں۔

لفظ تصوف اور اصطلاحی تصوف سے بہت پہلے' حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تصوفانہ عملی زندگی سے وابستگی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ' صاحب درمختار علامہ محمد بن علی محمد بن عبدالرحمٰن حصفکیؒ (متوفی ۱۰رشوال ۱۰۸۸ھ بہ عمر ۶۳ سال) نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوعلی دقاقؒ نے فرمایا:

''میں نے علم تصوف حضرت شبلیؒ سے حاصل کیا' انہوں نے حضرت سری سقطیؒ سے اور انہوں نے حضرت معروف کرخیؒ سے اور انہوں نے حضرت داؤد طائیؒ سے اور انہوں نے علم تصوف اور حدیث' فقہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی تابعیؒ سے اخذ واستفادہ فرمایا۔''

متذکرہ چار عظیم شخصیات کا مقام ومرتبہ حلقہ تصوف میں صدیوں سے نمایاں حیثیت کا حامل بن کر روشن ستارہ کی مانند ہے' امام محی الدین شرف الدین نوویؒ اپنے رسالہ ''المقاصد'' میں تصوف کے پانچ اصول ترتیب وار اس طرح لکھتے ہیں:

(۱) خلوت اور جلوت میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا۔

(۲) اقوال وافعال میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرنا۔

(۳) عروج واقبال اور پستی میں مخلوق خدا سے اعراض کرنا۔

(۴) قلیل وکثیر رزق پر اللہ تعالیٰ سے راضی رہنا۔

(۵) خوشی ومسرت اور رنج وغم میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔

اور حضرت جنید بغدادیؒ (متوفی ۲۹۷ھ) طریقت کے پانچ اصول اس طرح فرماتے ہیں:

۱۔ دن کا روزہ ۲۔ شب میں قیام ۳۔ اخلاص عمل

۴۔ اعمال میں کامل رعایت ۵۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ پر توکل

تمام مورخین اور تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ مذکورہ تمام خصوصیاتِ تصوف سے امام ابوحنیفہ تاحیات منسلک و منہمک رہے۔لیکن امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ لفظ صوفی اور صوفیائے کرام کے سلاسل میں اسم استعمال نہیں کیا گیا۔حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صوفیاء کے تعلق سے عربی کتاب اہل الفتوحات والا زواق کے مصنف نے اس طرح لکھا ہے:

حضرت امام ابوحنیفہؒ صوفیائے کرام سے محبت فرمایا کرتے تھے (یعنی تقویٰ والوں سے) اور ان کے قیام و مرتبہ کا احترام کرتے تھے (بحوالہ کتاب تصوف اور صوفیاء)

مستشرقین نے اسلامی علوم اور اسلامی تعلیمات کی اصل شکل وصورت کو بڑی چالاکی سے مسخ کرنے کی طرف خاص توجہ دی، اسی طرح انہوں نے اسلامی تصوف کو بھی مسخ کرنے پر بڑی کوششیں کی ہیں۔ان کا علمی تعاقب اصحاب قلم اور اصحاب قلوب نے خوب کیا ہے۔ان مخلصانہ کاوشوں کی بدولت اسلامی علوم اور فنون کی اصل شبیہ آج تک موجود ہے۔

تصوف کی دو تعبیرات کی جاسکتی ہیں، ایک اثبات اور دوسرا نفی، اثباتی پہلو میں بدعات و رسومات سے مکمل اجتناب پایا جاتا ہے، اور اس میں قرآن وحدیث کی تعلیمات سے مکمل وابستگی اور وارفتگی نمایاں ہوتی ہے اور دوسرا پہلو نفی ہے، جس میں مکمل بدعات اور خرافات (مشرکانہ کردار) نمایاں ہوتے ہیں۔

تعبیر دوم کی ابتداء مستشرقین نے کی ہے، سادہ لوح مسلمان تعبیر دوم سے متاثر ہوکر تصوف کی تمام تعلیمات کو یکسر انکار کرتے بلکہ مخالفت پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ساری زندگی علمی اور عملی تصوف سے لبریز تھی۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے تعلق سے تمام اہل سلاسل کا اتفاق ہے کہ امیر المؤمنین سے تصوف جاری ہوا، اور صوفیائے کرام کے سردار امیر المؤمنینؓ ہیں۔

حضرت امیر المومنینؓ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے دادا (زوطی یا زوطی اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام نعمان رکھا گیا) کے عقیدت مندانہ تعلقات تھے اور نعمان کے گھر لڑکا پیدا ہوا، اس کا نام ثابت رکھا گیا، نومولود ثابت کو نعمان حضرت علیؓ کے ہاں لے گئے اور دعائیں لے کر لوٹ آئے۔ثابت کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا کیا۔اس کا نام نعمان رکھا گیا۔نعمان بن ثابت بن نعمان ہے، اس طرح امام ابوحنیفہؒ سے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے خاص تعلق تھا، اور دوسرا تعلق یہ تھا کہ امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کے اساتذہ میں امیر المومنین آتے ہیں۔

ان دونوں خصوصیات سے آراستہ ہونے کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے تلمیذ حضرت داود طائیؒ شیخ سلاسل میں شامل اور کامل نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ احسن العلوم کراچی

زین المحافل شرح الشمائل للامام الترمذی
مشاہیر اہل علم اور رسائل و جرائد کی نظر میں

حضرت العلامۃ مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ ایک عبقری شخصیت ہیں، اور علم و تحقیق کے میدان میں اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ مدظلہ نے زعیم ملت قائد جمعیت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کے درسی افادات کے مجموعہ ''زین المحافل شرح الشمائل للامام الترمذی'' پر ایک جامع، مانع، تفصیلی اور بے مثال تبصرہ و اظہار خیال اپنے مؤقر جریدہ ماہنامہ ''الاحسن'' میں شائع فرمایا ہے۔ ادارہ اس تبصرہ کو مع مفید حواشی کے نذر قارئین کرتا ہے۔ (ادارہ)

فکیف وودی ماحییت ولنصرتی　　　لآل رسول اللہ زین المحافل
لکل نبی فی الانام فضیلۃ　　　وجملتھا مجموعۃ لمحمد

امی لقب ماہ عرب مرکز ایمان
ہر علم و عمل راکہ مداری ومدیری　　(شاہ انور شاہؒ)

مخدوم ومحترم، بزرگ محدث وفقیہ زعیم الملت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم وزیدت قوۃ تحریراتھم و تصنیفاتھم ملک کے مقتدر علامہ فہامہ مالک تحریر و تقریر اور سالار حکم و اسرار ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ آپ ریحانۃ الدھر وبرکۃ العصر شیخ المحدثین حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ جیسے عالم باعمل کے خلف صادق اور خلف الرشید ہیں، والدہ کی طرف سے آپ استاذ گرامی قدر فقیہہ سرحد فخری ومثری حضرت اقدس مولانا عبدالحنان صاحب بارک اللہ فی حیاتھم القیمہ کے سگے بھانجے ہیں۔ یوں متنبی کی زبان میں اور علم ادب کے توصیفی مقام میں آپ اس لائق ہیں کہ کہا جائے شریف النسبین اور نجیب الطرفین ہیں۔ حسب ونسب کے اس شرف اور عز نے آپ کو اپنے وقت کے کئی میادین میں سرِ لشکر اور سالار جماعت بننے کا شرف عطا فرمایا ہے۔　　وایں چنیں می روی کہ زیبامی روش

اس کے علاوہ آپ کا ساٹھ پینسٹھ سالہ تدریسی اور تصنیفی تجربہ اس پر مستزاد ہے۔

صد بار آزمودم وازاوئے بنودسودم　　　من جرب المجرب حلت بہ الندام

مولانا موصوف اکابر علماء اور اشیاء کے یواقیت و جواہر کے ہم نشین اور ان کے دامانِ علوم وافکار کے قابل

رشک مستنیر و مسترشد ہیں چنانچہ آپ کی ہشت جہت حیات محمودہ میں اس وقت علم وتحقیق کے ارتقاء کو اچھا موقع ملا جب آپ درس حدیث دینے لگے اور شباب سے لے کر مقام شیب تک مختلف تعلیم وتدریس اعلیٰ کتب کا معیاری، ملک ملت کی اصلاح واطلاع بلکہ دفاع کے میدان میں بیش بہا خدمات کے علاوہ قابل قدر تصانیف بھی فرما چکے ہیں جہاں تک مجھے معلوم ہے مولانا موصوف زندگی بھر درس حدیث کے کسی نہ کسی سبق کے استاد رہے ہیں اور بہت سارے اکابر علماء آپ کے شرف تلمذ سے سرشار ہو چکے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے اپنے دار العلوم میں ترمذی شریف جلد ثانی کا کامیاب درس دیا ہے، جو آپ کے لائق شاگردوں نے تالیفی رنگ میں محفوظ بھی فرمایا ہے اور اسی کے تکملے اور تتمہ خیر کے طور پر ترمذی شریف کے شمائل پر آپ کے حیرت انگیز افادات ''زین المحافل'' کے نام چھپ چکے ہیں۔ حضرت مولانا حسب سابق کرم بالائے کرم کرتے ہوئے اول تو اس عاجز کو زین المحافل کی تکمیل کی تقریب اور شکر وسپاس کے حفلہ میں دلی امنگوں اور اپنے قابل قدر اصرار والحاح سے مدعو فرمایا جس کے لئے اس عاجز اور فقیر کا جانا ضروری تھا گو'' وکم حسرات فی بطون المقابر '' کے پیش نظر عین وقت پر بعض عوارض نے اس عظیم مجلس نور وپر سرور سے محروم کر دیا، جہانگیرہ کے مولانا فضل علی مرحوم نے علامہ امیر علی جہانگیروی کو جو اودھے پور ہندوستان میں کسی ریاست میں مہاراجہ کے دست راست تھے۔ علامہ امیر علی نے استاد مولانا فضل علی کو بڑی خاص محبت اور دلی قدر دانی سے مدعو فرمایا، باوجود طرفین کے ذوق وشوق موجزن ہونے کے اور آپس میں عظیم الفت وراحت مستحکم ہونے کے حضرت مولانا فضل علی مرحوم جانہ سکے اور علامہ امیر علی مرحوم کو یہ شعر لکھ بھیجا میں بھی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو زین المحافل کی تقریب میں شرکت نہ کرنے پر اپنی حسرت وافسوس اور منفرد حرمان سے اسی شعر سے تسلی دیتا ہوں۔

دست تھہ از دولت محروم کردہ مارا　　ہم بعدہٗ مسافت مغموم کردہ مارا

شعر میں موجود الفاظ اسرار سمجھے جائیں اور ان کے مصادیق صرف عوارض غیر معین مان لئے جائیں چونکہ مجھے پتہ چلا ہے کہ حضرت مولانا نے اسی مجلس میں اس عاجز فقیر اور نالائق کو بہت زیادہ یاد فرمایا ہے، اس لئے بات لمبی ہوئی۔

لذیذ بود حکایت دراز ترگفتم

باقی زین المحافل کتاب اس وقت شروح شمائل میں جامع ترین شرح ہے۔ عزیز القدر اصلاح الدین حقانی نے بھی ترتیب اور جمع میں حق ادا کیا ہے اور پھر محترم ومکرم مولانا مفتی مختار اللہ کے حواشی، تخریجات اور ان کے مختارات ان سب پر زیادات، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ بعض مقامات حد درجہ وسعت اور طولانی ابحاث پر مشتمل ہیں جو کامیاب درس حدیث کا تقاضہ ہے کیونکہ اس سے پہلا اکابر واصاغر کے کئی شروح شمائل آچکے ہیں مگر زین المحافل واقعی پہلے زین شروح المحافل ہے۔ ایک دو مقام قابل نظر ہیں۔ جلد اول ص ۲۷۳ پر ''ماشبع رسول اللہ من خبز قط ولا لحم الا علی ضفف جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ پیٹ بھر کر کھانا کھانے کی نہ تھی

جس کی تائید سینکڑوں روایات سے ہو چکی ہے' البتہ ضیافت کے موقع پر آپ ﷺ احترام ضیافت میں پیٹ بھر کر تناول فرما لیتے تھے۔ اس سلسلے میں جو بحث کی گئی ہے اور پھر سوال جواب پیدا کئے گئے ہیں اس کے بغیر بحث مکمل ہو سکتی تھی اور وہ خارجی مصالح کے لئے مفید تھی (۱) مثلاً فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ آداب ضیافت کے لئے ضیف اور مضیف دونوں نفلی روزہ افطار کر سکتے ہیں' اس سے قطع نظر کہ آنحضرت ﷺ مہمان ہوں یا آنحضرت ﷺ کے کاشانہء نبوت پر کوئی اور مہمان ہو الاعلی ضفف ہر دونوں کو شامل ہے۔ ظاہر ہے جب مہمانوں کو کھانا کھلانا یا مہمانوں کے ساتھ کھانا سنت مستمرہ ٹھہری ہے تو اس کے نتیجے میں اگر مہمانداری کے آداب کی وجہ سے معمول سے زیادہ تناول فرمایا گیا تو یہ محل اشکال نہیں ہے۔ گو خلاصہ کلام کے طور پر لیکن اس کلام کا ایک معنی اور بھی ہے ص ۲۷۴ کے بعد جو کچھ لکھا گیا وہ عطر الکلام ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ختام اور خاتم پہننے یا آپ ﷺ کی مہر کے بارے میں جو بحث کی گئی ہے وہ وسیع معلومات کا ذخیرہ ہے' کیونکہ یہ مبحث سب سے زیادہ تفصیلی ہے اور یہ صفحہ ص ۳۰۲ سے ص ۳۲۴ تک ہے' اور ترجیح بائیں ہاتھ میں پہننے کو دی گئی ہے جو قوی اور مختار مذہب ہے۔

مسئلہ جواز الزکوۃ الی السادات کے ذیل میں جواز کو ترجیح دی گئی ہے اور اس سلسلے میں کچھ مشاہیر اور مشائخ کرام کے نام بغیر تنقیح کے دیئے گئے ہیں جن میں امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ بھی ہیں سو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اولاً احادیث رسول اللہ ﷺ سب کی سب نہی اور حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔

کمالا یخفی علی من له اطلاع بالصحاح الست ثانیاً جو روایت صاحب ہدایہ وغیرہ نے خمس الخمس کی پیش کی وہ صحیح نہیں محقق علی الاطلاق حافظ ابن الھمام مرحوم نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس جگہ غریب جداً کے ساتھ اس کی صحت کا انکار کیا ہے اور حرمت پر دلالت کرنے کے لئے ابو رافع غلام رسول ﷺ کا واقعہ پیش کیا ہے اور سادات کو زکوٰۃ دینے کے جواز کا انکار کیا ہے اور اس کو احناف کا قوی اور مختار مذہب کہا ہے۔ ثالثاً مشہور ہے کہ امام طحاویؒ نے خمس الخمس منقطع ہونے کے بعد جواز کا فتویٰ دیا ہے

دو نظر پیش کئے ہیں ایک یہ کہ لفظ صدقہ کی وجہ

یہ درست نہیں بلکہ فرض اور واجب صدقات دینا منع ہے اور نفلی دیئے جا سکتے ہیں' دوسری نظر امام طحاویؒ نے یہ پیش کی کہ اگر بنو ہاشم عامل زکوٰۃ بنے تو کیا اس کا (محنتانہ) زکوٰۃ میں سے دیا جا سکتا ہے؟ تو امام طحاویؒ نے حضرت بریرہؓ کی روایت پیش کر کے اس سے جائز کیا ہے' سو یہ صاف واضح ہے کہ حضرت بریرہؓ کے حق میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا **لھا صدقة ولنا ھدیة**" اگر امام طحاویؒ خمس کے منقطع ہونے کی وجہ سے مطلقاً جواز کے قائل تھے تو حضرت بریرہؓ والی روایت جس میں حیلے سے تبدل ملک سے تبدل وصف کا قاعدہ ذکر نہ فرماتے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام طحاویؒ کی کسی اور کتاب میں یہ جواز منقول ہے تو گزارش یہ ہے کہ طحاویؒ سے تین چیزیں متواتر ہیں (۱) شرح معانی الآثار جو علماء کے ہاں عرصہ دراز سے درسی کتاب ہے۔ (۲) دوسری مشکل الآثار اس میں اس قسم کے مباحث نہیں (۳) اور

تیسری احکام القرآن بحمد للہ تینوں کتابوں سے بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کے عدم جواز کو حدیث اور فقہ کے مطابق حنفیہ کا مذہب ثابت فرمایا ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحبؒ نے امداد الفتاویٰ میں فرمایا کہ علت حرمت زکوٰۃ کا اوساخ ہونا ہے نہ کہ خمس لہٰذا خمس منقطع ہونے کے باوجود حرمت برقرار ہے۔ امام العصر مولانا انورشاہ صاحبؒ کے علوم کے کائنات میں سب سے زیادہ شناور حضرت الاستاذ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مرحوم اور حضرت الشیخ امام العصر کے علوم حدیث اور فقہ کو محفوظ کرنے کے لئے حضرت نے معارف السنن جمع فرمائی۔ اور معارف السنن میں حضرت نے بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہی مبرہن فرمایا ہے۔ اگر حضرت اقدس شاہ صاحب مرحوم کی یہ تحقیق یا باقاعدہ رائے ہوتی تو حضرت ضرور ذکر فرماتے اس لئے فیض الباری پر معارف السنن کے مقابلے میں اعتماد ہر جگہ مناسب نہیں ہے۔ صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں اور بلوچستان میں بعض غیر محقق اعمال چل پڑے ہیں ان میں یہ خیال کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز بھی ہے اور پھر امام طحاویؒ کی کسی غیر ثابت عبارت کو شاذ مواطن سے امام طحاویؒ کی تحقیق اور ترجیح یا حنفی مذہب کا قول سمجھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ امام اہل سنت محقق العصر حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ نے بہت شروع میں اس پر باقاعدہ کتاب لکھی ہے جس کا نام ''الحاوی الی شرح بعض عبارات الطحاوی'' اس کتاب میں محقق العصر نے ابوعصمہ وغیرہ کے ضعیف اقوال کا تفصیلی رد کیا ہے۔ عزیزم مولانا مفتی مختار اللہ سلمہ سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کو توجہ سے مطالعہ فرمائیں اور سقیم قول سے ہٹ کر قوی قول طحاوی اور مذہب حنفیہ کی تشہیر اور تحریر فرمائیں۔ ہمارے جامعہ میں جامعہ کے ایک استاذ مولوی اسماعیل نے اس عاجز کے تحت الاشراف ایک طویل مقالہ اس موضوع پر لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ بنو ہاشم کو زکوٰۃ یا صدقات واجبہ دینا جائز نہیں اور اس سلسلے میں جواز کے لئے کوئی صحیح حدیث موجود نہیں اور جبکہ احادیث صحاح اور حسان منع اور حرمت پر دال ہیں۔ یہی محققین حنفیہ اور اکابر علماء دیوبند کا تقریباً متفقہ فتویٰ ہے اس لئے بنو ہاشم کو زکوٰۃ کے جواز کا قول محل نظر ہے (۲)۔ بہرحال زین المحافل اب تک شائع ہونے والی غیر عربی شروح میں جامع ترین ہے۔ بزرگوارم مولانا سمیع الحق صاحب کے ذوق حدیث اور شوکت انقیاد اکابر کا مظہر ہے۔ مجھے امید ہے کہ دورۂ حدیث کے علماء طلباء اس عظیم کتاب کی دل کی گہرائیوں سے قدردانی فرمائیں گے۔ کتاب میں جابجا مولانا موصوف کے مشاہدات عرب وعجم کے علماء کے واقعات زمانے کی مقتدر مفسرین محدثین فقہا اور زعماء کے ارشادات بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح موجود ہیں۔ جس نے کتاب کا حسن بیان شوکت تحقیق اور ضرورت فضیلت میں فاتحانہ شان پیدا فرمائی ہے۔ شرح زین المحافل کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر یہ آیت جاری ہوتی ہے۔ **واذا رایت ثم رایت نعیماً وملکا کبیرا (سورہ دھر آیت ۲۰)** اس پر عزیزم مولانا مفتی مختار اللہ کے گراں قدر اور محققانہ حواشی اور تخریجات اور عزیزم مولانا اصلاح الدین کے فلاح وصلاح سے لبریز زیادات اور افاضات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ **زفرق تاقدم ہر کجا کہ می نگری کہ شمہ تادام ترمی کشہ کہ جااینجا است**

﴿ حواشی ﴾

(۱)　تبصرہ نگار کے انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس جگہ کو محل نظر سمجھتے ہیں حالانکہ اس سوال و جواب میں کوئی ایسی بات نہیں جس کو محل نظر سمجھا جائے۔طلباء کرام کو سبق سمجھانے کے لئے قیل وقال کا تسلسل زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے' اس لئے یہ سوال وجواب علامہ عبدالرؤف مناوی مصری المتوفی ۱۰۰۳ نے اور علامہ ابراہیم بیجوریؒ نے ذکر کیا ہے' ملاحظہ ہو شرح الشمائل للمناوی علی ھامش جمع الوسائل لملاعلی قاری ۱/۱۵۵　المواھب اللدنیۃ علی الشمائل المحمدیۃ ص ۶۷۔۶۸۔حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے بھی اس قیل وقال کو خصائل شرح الشمائل میں ذکر کیا ہے اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بھی انہی کا نام لے کر اپنے الفاظ میں ان کی ترجمانی فرمائی ہے' اور ساتھ دوسرا معنی بھی بیان فرمایا جس کا ذکر علامہ ملاعلی قاریؒ نے جمع الوسائل ۱/۱۵۵ میں **وقیل ومعناہ اذا کان یأکل مع اھل بیتہ او مع الاضیاف والولائم والعقائق الخ** کے ساتھ فرمایا ہے' مولانا صاحب مدظلہ کی تقریر الاعلیٰ ضعف کے دونوں مطالب اور معانی کو محیط ہے جو موضع اشکال نہیں۔

(۲)　**مسئلۃ الزکوٰۃ إلی السادات** احناف کثر اللہ سوادھم کے ہاں بنو ہاشم کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات دینے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

(الف)　بنو ہاشم اور سادات کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ دینا جائز نہیں (الھدایۃ علی صدر البنایۃ ۴/۲۰۳)

(ب)　ہاشمی اور سید کا صرف اپنے اندر ایک دوسرے کو زکواۃ دینا جائز ہے' دوسروں سے نہیں (البنایۃ شرح الھدایۃ ۴/۲۰۳ فتح الملہم ۳/۹۹' فتح القدیر ۲/۲۱۴)

(ج)　بنو ہاشم کو کسی قسم کا صدقہ چاہیے زکوٰۃ ہو یا صدقات واجبہ' نفلی صدقہ ہو یا اموال وقف دینا ناجائز ہے (الکواکب الداری ۱/۲۴۱' فتح القدیر ۲/۲۱۴' الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی ص ۴۵) علامہ ابن ہمام کا رجحان اسی طرف ہے۔ (معارف السنن ۵/۲۶۶)

(د)　خمس الخمس کے ختم ہونے کی وجہ سے اب بنو ہاشم کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ دینا بھی جائز ہے (شرح معانی الاثار للامام الطحاوی ۱/۳۳۳ مکتبہ امدادیہ ملتان) البنایہ شرح الھدایۃ ۴/۲۰۳' مجمع الانھر ۱/۳۳۱ مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

فقہ حنفی کے متون' شروح اور فتاویٰ کی اکثریت نے اول الذکر رائے کو راجح اور مفتی بہ قرار دیا ہے' مگر بعض ائمہ احناف نے مثلاً امام ابو جعفر طحاویؒ' محدث العصر علامہ انور شاہ صاحب وغیرہ نے آخر الذکر رائے کو تغیر زمانہ اور خمس الخمس کے ختم ہونے کی وجہ سے ترجیح دی ہے۔

کما قال ابراھیم الحلبی وفی الاثار وعن الامام روایتان وبالجواز نأخذ لان الحرمۃ مخصوصۃ بزمانہ علیہ الصلاۃ والسلام (مجمع الانھر ۱/۳۳۱ و فی الدر المنتقیٰ وعنہ الجواز مطلقاً قال الطحاوی وبہ نأخذ (الدر المنتقیٰ فی ذیل مجمع الانھر ۱/۳۳۱)

وقال العلامۃ سراج الدین عمر ابن نجیم وروی ابوعصمۃ جواز إعطائھم الواجبۃ فی زماننا لمنعھم من خمس الخمس قال الطحاوی وبہ نأخذ (النھر الفائق ۱/۴۶۷' قدیمی کتب خانہ کراچی)

ومثلہ فی البنایۃ شرح الھدایۃ ۴/۲۰۳ مکتبہ حقانیہ ملتان ومثلہ فی عقد الجید اور یہی رائے دیگر مذاہب کے اہل علم کے ہاں بھی انقلاب زمانہ کی وجہ سے راجح ہے مثلاً مالکیہ میں

قال الابھری المالکی یحل لھم فرضھا ونفلھا (عمدة القاری ۹/ ۸۱ تفسیر صاوی ۲/ ۱۰۰، فقہ الزکوٰۃ للدکتور یوسف قرضاوی ۲/ ۷۳۲)

شافعیہ میں وافتی فخر الدین الرازی من الشافعیة بجواز فی ھذہ الازمنة حین منعوا اسھمھم من بیت المال وضربھم الفقر (عقد الجید للامام ولی اللہ الدھلویؒ ص ۵۰)

قال الاصطخریؒ ان منعوا الخمس جاز صرف الزکوٰۃ الیھم (عمدة القاری ۹/ ۸۱) وفتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة ۴/ ۴۵۶، فقہ الزکوٰۃ ۲/ ۳۲۵)

حنابلہ میں قال حافظ ابن قیمؒ : قلت وقد ذھب بعض الفقھاء الی انھم یجوزون لھم الاخذ من الزکوۃ مطلقاً اذا منعو احقھم من الخمس وافتی بہ بعض الشافعیة (بدائع الفوائد ۳/ ۱۳۵) ومثلہ فی کشاف القناع ۲/ ۳۴۰) وفتاوی شیخ الاسلام لابن تیمیة ۴/ ۴۵۶)

علماء متقدمین کے علاوہ علماء متاخرین نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے مثلاً علامہ محمد یوسف قرضاوی فقہ الزکوٰۃ ۲/ ۷۳۲، شیخ ابن عثمین فتاوی علماء البلد الحرام ۸۵۵، ڈاکٹر محمد عبدہ، علموا اولاد کم محبة آل بیت النبی ص ۳۵. علامہ وھبہ زحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲/ ۸۸۴، متاخرین علماء احناف میں محدث العصر مولانا شاہ محمد انور شاہؒ (فیض الباری ۳/ ۵۲، ملفوظات محدث العصر ص ۲۲۶، مولانا عبدالغفور مدنیؒ ومولانا محمد معصومؒ کفایت المفتی ۴/ ۲۷۲، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی، کفایت المفتی ۴/ ۲۷۲، مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، (بحث ونظر ص ۱۰۰، ۱۹۹۰ء پٹنہ بھارت، مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ، منہاج السنن ۳/ ۱۶۹، مولانا سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل ۶۲۲) شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا رجحان درس ترمذی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر صاحبؒ، مولانا محمد حسن جان شہیدؒ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب، مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی مدظلہ اور ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے مفتیان مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب اور مولانا مفتی محمود بلند شہری (سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت ص ۸۰ تا ۸۳)

اگر چہ امام ابوحنیفہؒ سے جواز کا قول غیر ظاہر الروایۃ ہے جس کو امام طحاویؒ نے بھی شرح معانی الاثار ۱/ ۳۳۳ مکتبہ امدادیہ ملتان اور دیگر کتب احناف میں درج ہے، مگر کسی نے امام بھی ابوحنیفہؒ سے اس روایت کی عدم ثبوت کا قول نہیں کیا، اور ضرورت کے تحت امام ابوحنیفہؒ کے غیر ظاہر الروایۃ قول کو مفتی بہ قرار دینا بلکہ ائمہ احناف میں سے کسی کے قول کو مفتی بہ قرار دینا ایک مسلم بات ہے۔

کما قال العلامة ابن عابدین الفتویٰ الیوم علی قول محمدؒ لتغیر احوال الناس فی قصد الاضرار وبه وظھر ان افتاھم بخلاف ظاھر الروایة لتغیر الزمان فلا یرجع ظاھر الروایة علیه (ردالمحتار ۶/ ۲۲۶) دوسرے نظائر کے لئے (ردالمحتار ۱/ ۳۰۶) وغیرہ مطالعہ کیا جاسکتے ہیں۔

تو مذکورہ بالا مسئلہ بھی انہی غیر ظاہر الروایۃ مسائل میں سے ہے، جو حالات کے متغیر ہونے کی وجہ سے راجح ہونے کا متقاضی ہے، اور اسی تقاضہ کو پورا کرتے ہوئے امام العصر حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ نے جواز کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ اور حضرت شاہ صاحب کے اس فتویٰ کو آپؒ کے دو جید تلامذہ نے نقل کیا ہے۔

(۱) حضرت العلامہ مولانا بدر عالم میرٹھی نے فیض الباری ۳/ ۵۲) میں قلت واخذ الزکوۃ عندی اسھل من السوال فافتی

بـــہ نقل کیا ہے۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور فیض الباری کے بارے میں حضرت شاہ صاحب نے خلف الرشید آپ کے صاحبزادے مولانا انظر شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ مولانا بدر عالم نے مظاہر العلوم سے فراغت کے بعد شاہ صاحب کے درس میں مکرر شرکت کی اور سالہا سال کی تدریسی زندگی اور مشکلات علوم پر تام اطلاع کے ساتھ غالباً آپ بے بخاری شریف کے سبق میں چار مرتبہ سے زیادہ شریک رہے ساتھ ہی جب تک شاہ صاحب بقید حیات رہے، تو ان ہی سے علمی فیوض میں پیدا اشکالات کیلئے مسلسل مراجعت کرتے رہے۔ اس فیض الباری پر مولانا بدر عالمؒ نے حواشی بھی لکھے ہیں، جن میں شاہ صاحب کے دوسرے درسی افادات کو ان کے تلامذہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ فیض الباری کا بھی عجیب وغریب معاملہ ہے۔ مرحوم کے بعض تلامذہ کا اصرار ہے کہ ان املائی تقریروں میں کچھ ایسی باتیں بھی آگئیں، جنہیں ان کے قدیم تلامذہ نے درس میں نہیں سنا۔ عرض کرچکا ہوں کہ مسلسل مطالعہ کے نتیجے میں شاہ صاحب کی تحقیقات میں خود تغیر ہوتا رہتا، ممکن۔ ہے کہ فیض الباری میں یہ نقص جو نظر آرہا ہے اسی کا نتیجہ ہو پھر اس کا علاوہ مؤلف نے بکمال دیانت بار بار حواشی میں بے تکلف اس کا اعتراف کیا ہے کہ میں حضرت شاہ صاحب کے کلام کو سمجھ نہیں سکا۔ یا آپ سے مراجعت کے باوجود میں بات سمجھنے سے قاصر رہا۔ ظاہر ہے کہ اس دیانت پسندی کے باوجود مؤلف پر یا اس کی نیت پر کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ کچھ بھی ہو لیکن راقم الحروف کا یہ تاثر ہے کہ شاہ صاحب کے علمی تعارف میں اس تالیف کو بڑا دخل ہے (نقش دوام المعروف حیات کشمیری صاحبؒ ۳۰۲۔۳۰۳)

(۲) دوسرا شاگرد رشید مولانا احمد رضا بجنوری مؤلف انوار الباری، حضرت شاہ صاحبؒ کا فتویٰ نقل کرتے ہیں: فرمایا میرے نزدیک سید کو زکوٰۃ کا مال لینا سوال کرنے سے بہتر ہے۔ امام رازی وطحاوی بروایت امام ابوحنیفہ قائل جواز ہوئے ہیں۔ اور امام رازی کو فقہ فی النفس حاصل ہے۔ اس لئے میں جواز کا فتویٰ دیتا ہوں۔ (ملفوظات محدث کشمیری ۲۶۶، اشرف اکیڈمی لاہور)

اور اصول شرع کے مطابق دو گواہان جب کسی بات کی گواہی دے تو وہی بات معتبر ہوتی ہے۔ اور شاہ صاحب کا یہ فتویٰ بھی آپ کے دو جید اور معتبر تلامذہ نے نقل کیا ہے، اس لئے یہی شاہ صاحب کا فتویٰ اور رائے ہے بلکہ حضرت شاہ صاحب کے تیسرے شاگرد مولانا عبدالقدیر صاحب کا مطلقاً فقراء کو زکوٰۃ دینے کا فتویٰ دینا چاہیے، فقیر اعوان قوم کا ہو یا پٹھان، یا خان خیل ہو حضرت شاہ کی رائے کی ترجمانی کرتا ہے۔ شاہ صاحب کے شاگردوں میں سے کسی نے بھی اس بات کی تردید نہیں کی۔ حتیٰ کہ حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید محدث کبیر حضرت العلامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے معارف السنن میں اس کی نہ تردید کی اور نہ تصدیق بلکہ اس طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ اگرچہ آپؒ نے اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ملاحظہ ہو معارف السنن ۵/ ۲۶۵، ۲۶۶) لیکن حضرت بنوریؒ کا حضرت شاہ صاحب کے اس فتویٰ جواز کو نقل نہ کرنا شاہ صاحب نے عدم نقل کیلئے مستلزم نہیں۔ جیسا کہ تبصرہ نگار کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جملہ تفصیل میں مـــجـــمـــع الانہر ۱/ ۲۳۱، الـدار الـمنتقی، النهر الفائق، النبایة شرح الهدایة، شاہ ولی اللہ کے عقد الجید اور حضرت شاہ انور شاہ صاحبؒ کے ملفوظات وغیرہ سے معلوم ہوا کہ امام طحاویؒ بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ اس لئے ان جملہ محققین اکابر علماء امت کے اس نقل کو نظر انداز کرنا ان پر سُوءِ ظن کے مترادف ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ اجتہادی اور فروعی ہے، اہل علم حضرات حالات حاضرہ کو مدنظر رکھ کر اس مسئلہ پر غور فرمائیں۔ لـعـل الله یـحـدث بـعـد ذالک امراً (مختار اللہ حقانی، خادم دار الافتاء وشعبہ تخصص فی الفقہ دار العلوم حقانیہ)

بحث ونظر

مولانا مفتی غلام قادر *

مروّجہ اسلامی بینکاری کا ایک جائزہ

اسلامی بینکاری کے حوالہ سے اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد نے آل پاکستان علماء کانفرنس منعقد کرنے کا پروگرام بنایا ہے اور اس سلسلے میں ملک کے جید علماء اور مفتی حضرات سے جدید مسائل پر رائے طلب کی۔ زیر نظر مضمون ان مسائل پر دارالعلوم حقانیہ کے مولانا مفتی غلام قادر صاحب نے کونسل کے سوالنامہ کے جواب میں فقہی نقطہ نظر پیش کیا ہے' افادہ عام اور اظہار خیال کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

سوال نمبر ا۔　اسلامی بینکاری کی اصل بنیاد اور سود کی اصل متبادل اساس کے لئے شریعت کی روشنی میں تصورات، عملی صورتیں اور شرائط وغیرہ کیا ہیں؟ آج کے حالات میں انہیں کس طرح بروئے کار لایا جاسکتا ہے؟

جواب۔　**سودی بنکاری کا متبادل نظام۔**

سودی بنکاری کے متبادل نظام پر گفتگو سے پہلے چند بنیادی باتیں ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

(۱)　سودی بینکاری کا متبادل تلاش کرنے کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہیے کہ مروجہ بنک جتنے کام جس انداز سے کر رہے ہیں وہ سارے کام کم وبیش اسی انداز سے انجام دیئے جاتے رہیں اور ان کے مقاصد میں کوئی فرق واقع نہ ہو، کیونکہ اگر سب کچھ وہی کرنا ہے جواب تک ہوتا رہا ہے تو ''متبادل طریق کار'' کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ بلکہ متبادل کا مطلب یہ ہے کہ بنک کے جو کام موجودہ تجارتی حالات میں ضروری یا مفید ہیں۔ ان کے انجام دہی کے لئے ایسا طریق کار اختیار کیا جائے جو شریعت کے اصولوں کے دائرے میں ہو اور جس سے شریعت کے معاشی مقاصد پورے ہوں اور جو کام شرعی اصولوں کے مطابق ضروری یا مفید نہیں ہیں اور جنہیں شرعی اصولوں کے مطابق ڈھالا نہیں جا سکتا ان سے صرف نظر کی جائے۔

(۲)　چونکہ سود کی ممانعت کا اثر تقسیم دولت کے پورے نظام پر پڑتا ہے اس لئے یہ توقع کرنا بھی غلط ہوگا کہ سود کے شرعی متبادل کو برسرکار لانے سے تمام متعلقہ فریقوں کے نفع کا تناسب وہی رہے گا جو اس وقت سودی نظام میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر اسلامی احکام کو ٹھیک ٹھیک روبکار لایا جائے تو اس تناسب میں بڑی بنیادی تبدیلیاں

---

* نگران شعبہ تخصص فی الفقہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

آسکتی ہیں بلکہ یہ تبدیلیاں ایک مثالی اسلامی معیشت کے لئے ناگزیر طور پر مطلوب ہیں۔

(۳) آج کل بنک جو خدمات انجام دیتا ہے ان میں یہ پہلو مفید بلکہ موجودہ معاشی حالات کے پیش نظر ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی منتشر انفرادی بچتوں کو یکجا کر کے انہیں صنعت وتجارت میں استعمال کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ بچتیں اگر ہر شخص کی اپنی تجوری میں پڑی رہتیں تو ان سے صنعت وتجارت کے فروغ میں کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا اور ظاہر ہے کہ فاضل دولت کا ست پڑا رہنا نہ شرعی اعتبار سے مطلوب ہے نہ عقلی اور معاشی اعتبار سے اسے مفید کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ان بچتوں کو صنعت وتجارت میں مصروف کرنے کیلئے جو راستہ مروجہ بنکوں نے اختیار کیا ہے وہ قرض کا راستہ ہے چنانچہ یہ ادارے سرمایہ داروں کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ وہ دوسروں کے مالی وسائل کو اپنے منافع کیلئے اس طرح استعمال کریں کہ ان وسائل سے پیدا ہونے والی دولت کا زیادہ حصہ خود ان کے پاس رہے اور سرمایہ کے اصل مالکوں کو اُبھرنے کا کماحقہ موقع نہ مل سکے۔

چنانچہ مروجہ نظام بنکاری میں بنک کی حیثیت محض ایک ایسے ادارے کی ہے جو روپے کا لین دین کرتا ہے اسے اس بات سے سروکار نہیں ہے کہ اس روپے سے جو کاروبار ہو رہا ہے۔ اس کا منافع کتنا ہے؟ اور اس سے کس کو فائدہ اور کس کو نقصان پہنچ رہا ہے؟

اسلامی احکام کی رو سے بنک ایسے ادارے کی حیثیت میں باقی نہیں رہ سکتا جس کا کام صرف روپے کا لین دین ہو۔ اس کے بجائے اسے ایک ایسا تجارتی ادارہ بنانا پڑے گا جو بہت سے لوگوں کی بچتوں کو اکھٹا کر کے ان کو براہ راست کاروبار میں لگائے اور وہ سارے لوگ جن کی بچتیں اس نے جمع کی ہیں براہ راست اس کاروبار میں حصہ دار بنیں اور ان کا نفع ونقصان اس کاروبار کے نفع ونقصان سے وابستہ ہو جو ان کے سرمایہ سے بالآخر انجام دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا سودی بنکاری کے متبادل جو نظام تجویز کیا جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض نہ ہونا چاہیے کہ بنک نے اپنی سابقہ حیثیت ختم کر دی ہے اور وہ بذات خود ایک تجارتی ادارہ بن گیا ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ ضرورت پوری نہیں ہوسکتی جس کی وجہ سے متبادل نظام کی تلاش کی جارہی ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ صدیوں سے بیٹھے اور جمے ہوئے کسی نظام کو بدل کر اسکی جگہ ایک نیا نظام جاری کرنے میں ہمیشہ مشکلات ہوتی ہیں۔ لیکن اگر نظام کی تبدیلی ضروری ہو تو صرف ان مشکلات کی بناء پر نئے نظام کو ناقابل عمل قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ ایسے میں ان مشکلات کا حل تلاش کیا جاتا ہے ان مشکلات کے خوف سے پیش قدمی نہیں روکی جاتی۔

بینکنگ کا شرعی طریق کار: اس تمہید کے بعد اب وہ تجاویز پیش کی جاتی ہیں جو بینکنگ کو شرعی اصول کے مطابق چلانے کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ بینکنگ کا تعلق دوطرفہ ہوتا ہے۔ ایک طرف اس کا تعلق ان

لوگوں سے ہوتا ہے جنہوں نے اپنی رقمیں بنک میں رکھوائی ہیں۔ دوسری طرف ان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جن کو بنک تمویل کرتا ہے یعنی سرمایہ فراہم کرتا ہے۔ دونوں قسم کے تعلقات پر الگ الگ گفتگو کی جاتی ہے۔

بنک اور ڈپازیٹر کا تعلق: موجودہ نظام میں بنک میں جو رقمیں رکھوائی جاتی ہیں آجکل بینکنگ کی اصطلاح میں انکو ''امانت'' کہا جاتا ہے لیکن فقہی اعتبار سے حقیقت میں وہ قرض ہوتا ہے۔ اگر بینک کو اسلامی طریقے سے چلایا جائے تو ''امانتداروں'' کیساتھ بنک شرکت یا مضاربت کا معاملہ کریگا۔ اس طریقے میں وہ رقم قرض نہیں ہوگی، بلکہ اب صورتحال یہ ہوگی کہ رقم رکھوانے والے 'رب المال'' ہونگے اور بنک مضارب ہوگا اور لگایا ہوا سرمایہ 'راس المال'' ہوگا' جس پر بنک کسی خاص شرح سے نفع دینے کا پابند نہیں ہوگا بلکہ جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ ایک طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم ہوگا۔ پھر'' کرنٹ اکاؤنٹ'' یا ''الحساب الجاری'' میں بنک آج بھی ڈپازیٹر کو کوئی سود نہیں دیتے۔ اسلامی طریق کار میں بھی اس مد پر کوئی منافع نہیں دیا جائے گا اور کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھی ہوئی رقم ڈپازیٹر کی طرف سے بنک کو دیا ہوا غیر سودی قرض سمجھا جائیگا البتہ دوسرے نفع بخش کھاتے ''مضاربت'' یا ''شرکت'' کے کھاتوں میں تبدیل ہوجائینگے

البتہ ان کھاتوں کو مضاربت یا شرکت سے بدلنے میں یہ عملی دشواری معلوم ہوتی ہے کہ شرکت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ تمام کھاتہ داروں کی رقم ایک ساتھ مشترک کھاتے میں آئے اور ایک ہی وقت پر نفع ونقصان کا حساب کر کے تمام شرکاء میں نفع نقصان تقسیم کیا جائے۔ لیکن بنک میں یہ بات قابلِ عمل نہیں ہوسکتی کیونکہ یہاں لوگوں کے رقم رکھوانے اور نکالنے کا سلسلہ مستقل طور پر جاری رہتا ہے۔ فکسڈ ڈپازٹ میں اگرچہ نکلوانے کی مدت تو مقرر ہوتی ہے۔ لیکن رکھوانے کا وقت مقرر نہیں، ہر شخص ہر روز فکسڈ ڈپازٹ کا کھاتہ کھول سکتا ہے اور سیونگ اکاؤنٹ میں نہ نکلوانے کی تاریخ مقرر ہے، نہ رکھوانے کی۔

اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ یہ نظام تبدیل کیا جائے اور لوگوں کو پابند کیا جائے کہ وہ ایک خاص تاریخ میں رقم جمع کرائیں اور ایک خاص تاریخ ہی میں نکالیں۔ اور شرکت کی مدت سہ ماہی یا ماہانہ مقرر کرلی جائے اور ہر مدت کے اختتام پر نفع ونقصان کا حساب کر کے اس کی تقسیم عمل میں آئے لیکن اس صورت میں اول تو لوگوں۔ کے لئے بنک میں رقم رکھوانے میں مشکلات پیش آئیں گی، ایک ہی تاریخ میں رکھوانے اور ایک ہی تاریخ میں نکلوانے سے بنکوں پر پریشر بھی بڑھے گا اور اس کے نتیجے میں بہت سی بچتیں کام میں لگنے سے رہ جائیں گی۔

لہٰذا بنکوں کی شرکت ومضاربت میں نفع کی تقسیم کا ایک اور طریق کار بعض حلقوں کی طرف سے تجویز کیا گیا ہے جس کو اکاؤنٹنگ کی اصطلاح میں ''الحساب الیومی'' یا روزانہ پیداوار پر مبنی حساب کہا جاتا ہے۔ اس تجویز کا حاصل یہ ہے کہ شرکاء کو یہ آزادی دی جائے کہ وہ جب چاہیں مخصوص قواعد کے مطابق بنک سے رقمیں نکالتے یا اس میں داخل کرتے رہیں۔ لیکن جب ایک مدت شرکت ختم ہو تو یہ دیکھا جائے کہ اس مدت میں کتنی رقم کتنے دن بنک میں رہی اور

فی روپیہ فی یوم منافع کا اوسط کیا رہا پھر جس شخص کے جتنے روپے اس مدت کے دوران جتنے دن بنک میں رہے، اس کے حساب سے نفع تقسیم کر دیا جائے۔

سوال نمبر۲۔ آج کل بہت سے بنک اسلامی بنکاری کے نام سے کام کر رہے ہیں ان کی بنکاری کہاں تک اسلامی اصولوں کے مطابق ہے؟ کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟ شریعت کی روشنی میں اسلامی بنکاری کی صورت ہے؟

جواب۔ جن بینکوں میں اسلامی بنکاری کے نام سے جو کام ہو رہا ہے اس کے بارے میں مجھے جو معلومات حاصل ہیں تو میں اپنے علم کے مطابق غیر ذمہ دارانہ طور پر کہتا ہوں کہ اس میں کاروبار مکمل طور پر سود سے خالی نہیں ہے بلکہ بعض مسائل میں وہ مجبوری کے تحت سودی معاملات میں شریک ہیں لیکن **مالا یدرک کله لا یترک کله** کے قاعدہ کے مطابق وہ معاملات جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اور جو معاملات اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں ہیں انکی اصلاح کرنی چاہیے۔

سوال نمبر۳۔ بہت سے بنک اجارہ کے نام سے لوگوں کو گاڑیاں دے رہے ہیں کیا بینکوں کی یہ کارساز سکیمیں شرعی اصولوں کے مطابق درست ہیں؟

جواب۔ __اجارہ:__ سرمایہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ رائج ہے جس کو اجارہ کہتے ہیں۔ اجارہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک آپریٹنگ لیز (Operating Leas) یہ وہ اجارہ ہے جو عام طور پر معروف ہے اس میں واقعتاً فریقین میں موجر اور مستاجر کا رشتہ ہوتا ہے یہ اجارہ سرمایہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہوتا۔ سرمایہ حاصل کرنے کا ذریعہ دوسری قسم کا اجارہ ہے جس کو فنانشل لیز (Financial Leas) کہتے ہیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں اصل مقصود اجارے کا رشتہ قائم کرنا نہیں، ہوتا بلکہ کمپنی کو جامد اثاثوں (مثلاً مشینری) کی ضرورت ہے تو کمپنی بنک سے قرض لے کر خود مشینری خریدنے کی بجائے کسی بنک یا مالیاتی ادارے کو یہ کہتی ہے کہ یہ مشینری خرید کر ہمیں کرایہ پر دے دو۔ اس دوران مشینری کا مالک بنک یا مالیاتی ادارہ ہوگا اور کمپنی کرایہ دار ہونے کی حیثیت سے اسے استعمال کرتی ہے ایک مخصوص مدت کے لئے کرایہ اس تناسب سے طے کیا جاتا ہے کہ اس میں مشینری کی قیمت بھی وصول ہو جائے اور اتنی مدت کے لئے اگر یہ رقم قرض دی جاتی تو اس پر جتنا سود ملتا تھا وہ بھی وصول ہو جائے۔ جب یہ مدت گزر جاتی ہے اور کرایہ کی شکل میں مشینری کی قیمت بمعہ معینہ شرح سود ادا ہو جاتی ہے تو اب یہ مشینری خود بخود کمپنی کی مملوک بن جاتی ہے یہ بات کبھی معاہدے میں لکھی ہوتی ہے اور کبھی لکھی تو نہیں جاتی مگر معروف اسی طرح ہے۔

قرض کی بجائے اجارہ کا یہ طریقہ اختیار کرنے کے دو مقصد ہوتے ہیں۔

(۱) اس کی وجہ سے بعض صورتوں میں ٹیکس سے بچت ہو جاتی ہے یا ٹیکس میں کمی ہو جاتی ہے۔

(۲) قرض کی وصولیابی کے لئے اجارے کا طریقہ بہ نسبت اقراض کے زیادہ باعث اعتماد ہے اس لئے کہ

اجارے میں مشینری موجر کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ اس پر اس کا لیبل لگا رہتا ہے۔ اگر بالفرض رقم نہ ملی تو موجر کو کوئی خطر نہیں، اس لئے کہ مشینری اس کی ملکیت میں ہے۔

اجارہ بھی تمویل کا ایک شرعی طریقہ ہے جس کی وضاحت ہو چکی۔ اب اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ محض اجارے کا لفظ دیکھ کر کسی معاملے کو شرعی نہیں قرار دیدینا چاہیے۔ اس لئے کہ آج کل عموماً اجارے کے جو معاملات ہوتے ہیں ان میں اجارے کی حقیقت موجود نہیں۔ اجارے کی حقیقت یہ ہے کہ موجر جو مشینری وغیرہ اجارے پر دے رہا ہو وہ اس کا مالک اور ذمے دار ہو، مگر تمویلی اجارے میں آج کل عملاً ایسا نہیں ہوتا۔ موجر اس مشینری کی کسی قسم کی ذمہ داری نہیں لیتا ہے۔ اگر مشینری کا نقصان ہو جائے تو وہ مستاجر کا نقصان سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی حادثے میں مشینری تباہ ہو جائے تو بھی مستاجر کرایہ دیتا رہتا ہے۔ موجر کا تعلق اس مششینری سے صرف اتنا ہوتا ہے کہ عدم ادائیگی کی صورت میں وہ مشینری کو بیچ کر اپنا قرضہ وصول کر لیتا ہے لہٰذا آج کل عموماً حقیقی اجارہ نہیں ہوتا اصل مقصد تو سود پر قرض دینا ہی ہوتا ہے۔ مگر ٹیکس میں بچت کرنے کے لئے اجارے کا نام دیدیا جاتا ہے۔ اس طرح کے معاملات شرعاً جائز نہیں۔ تاہم اگر واقعی موجر مشینری کا مالک ہو اور وہ اس کی ذمہ داری قبول کر کے اس کا اجارہ کرے تو اس کی گنجائش ہے اور کرایہ مقرر کرتے ہوئے اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ مشینری کی قیمت بمعہ کچھ نفع کے وصول ہو جائے تو اس میں بھی کوئی شرعی قباحت نہیں، مگر معاہدے میں یہ شرط نہ لگائی جائے کہ مدت اجارہ ختم ہونے پر مشینری خود بخود مستاجر کی ملکیت ہو جائیگی۔ اس لئے کہ اس میں "صفقۃ فی صفقۃ" کی شکل بن جاتی ہے۔ البتہ بغیر سابقہ شرط کے مدت ختم ہونے کے بعد اس کی طرف ملکیت منتقل کرنے کی گنجائش ہے۔

<u>مرابحہ مؤجلہ:</u> یہ بھی تمویل کا ایک شرعی طریقہ ہو سکتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص بنک سے قرضہ لینے کے لئے آئے تو بنک اس سے پوچھے کہ کس چیز کو حاصل کرنے کے لئے رقم درکار ہے؟ بنک اس کو رقم دینے کی بجائے وہ چیز خرید کر مرابحۃً نفع پر ادھار بیچ دیتا ہے۔ نفع بطور مساومہ کے کوئی بھی قیمت طے کر کے لیا جا سکتا تھا مگر نفع ایک شرح طے کر کے مرابحہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ نظام میں یکسانیت رہے اور تمام لوگوں سے نفع ایک شرح کے ساتھ وصول ہو۔ نفع کی جو بھی شرح طے کی جاتی ہے۔ اس کو مارک اپ کہتے ہیں۔

یہ بھی تمویل کا ایک جائز طریقہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کو ٹھیک ٹھیک ضروری شرائط کے ساتھ انجام دیا جائے۔ اس لئے کہ ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کرنا باتفاق فقہاء جائز ہے۔ اسلامی بنکوں میں اس طریقے پر بڑی وسعت کے ساتھ عمل ہو رہا ہے۔ لیکن یہ انتہائی نازک طریقہ ہے اس میں ذرا سی بے احتیاطی اس کو سودی نظام سے ملا دیتی ہے۔ آج کل بنکوں میں مرابحہ کی حقیقت کو سمجھے بغیر اور اس کی ضروری شرائط کی رعایت کئے بغیر اس پر عمل ہو رہا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا صحیح شرعی طریقے سے مرابحہ کرتے ہوئے ان

خرابیوں سے بچنا ضروری ہے۔

سوال نمبر ۴۔ کیا حکومت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یہ ضمانت دے کہ غیر سودی بینک کو اگر نقصان اٹھانا پڑے تو پھر بھی عندالطلب کھاتے داروں کا پورا سرمایہ ہی محفوظ رہے گا۔ خواہ حکومت کو اپنے پاس سے ادا کرنا پڑے؟

جواب۔ صورت مسئولہ میں حکومت کیلئے ایسا ضمانت لینا شرعاً جائز نہیں کہ اگر غیر سودی بینک کو نقصان اُٹھانا پڑے تو پھر بھی عندالطلب کھاتے داروں کا پورا سرمایہ محفوظ رہے گا کیونکہ اس طرح مضاربت کرنا مضاربت فاسدہ ہے بلکہ رب المال کو اس کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ ضمانت سودی معاملات کے زمرے میں شمار ہے۔

''الغرم بالغنم یعنی ان من ینال نفع شيٍ یتحمل ضررہ''۔ (شرح المجلہ لخالد الاتاسی ج ۱ص ۲۴۵)

''ومن شروط المضاربة ایضا کون نصیب المضارب من الربح حتی لواشترط له من راس المال او منه او من الربح فسدت'' (شرح المجلہ لرستم باز ۷۴۷)

''اذا فقد شرط من ھذہ الشروط المذکورۃ انفا کما اذالم تکن حصة العاقدین من الربح جزءً ا شائعاً بل جعل لاحد ھما من الربح قدر معین ککذا غر شاً فسدت المضاربة'' (شرح المجلہ لرستم باز ۷۴۸)

سود:

سوال نمبر ۱۔ سود ہمارے سارے نظام معیشت میں بہت دور تک سرایت کر گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا فوراً مکمل خاتمہ بہت دشوار ہے سود کے خاتمہ کی شرعی طور ممکن صورتیں کیا ہوسکتی ہیں؟

جواب۔ صدیوں کی بیماری کا علاج فوراً ممکن نہیں بلکہ تدریجاً ممکن ہوسکتا ہے۔ سود کے خاتمہ کی شرعی طور پر ممکن صورتیں یہ چار ہوسکتی ہیں۔ شرکت، مضاربت، اجارہ، مرابحہ مئوجلہ

شرکت ومضاربت: سود کا صحیح اسلامی متبادل شرکت اور مضاربت کا طریقہ ہے۔ جو سود سے بدر جہا اچھے نتائج کا حامل ہے۔ یہ تمویل کا نہایت مثالی عادلانہ منصفانہ طریقہ ہے۔ جس کے تقسیم دولت پر بہت اچھے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ اس سے بینکنگ کا یہ تصور بھی ختم ہوسکتا ہے کہ بنک کاروبار کے عمل سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہوئے صرف سرمایہ فراہم کرنے کے لئے واسطہ بنتا ہے شرکت اور مضاربت کا نظام جاری ہونے کی صورت میں بنک کا نام خواہ بنک ہی رہے لیکن بنک کی یہ حیثیت ختم ہوجائے گی اب بنک کا باقاعدہ کاروبار میں عملاً دخل ہوگا۔

شرکت اور مضاربت میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ شرکت میں شرکاء سرمائے میں بھی حصہ دار ہوتے ہیں اور عمل میں بھی نصہ دار ہوسکتے ہیں۔ اگر کوئی عملاً کاروبار میں دخل نہ دے یہ الگ بات ہے اور مضاربت میں رب المال کا سرمایہ ہوتا ہے اور مضارب عمل کرتا ہے رب المال کی عمل میں شرکت نہیں ہوگی۔

اب یہاں شرکت اور مضاربت کے چند بنیادی اصول بیان کئے جاتے ہیں۔ شرکت اور مضاربت کا معاملہ

کرتے ہوئے ان کی رعایت ضروری ہوگی۔

(۱) سرمائے کے تناسب سے نفع مقرر کرنا شرعاً جائز نہیں نفع مقرر کرنے کا صحیح شرعی طریقہ یہ ہے کہ جو نفع حقیقت میں ہوگا اس کا فیصد حصہ مقرر کیا جائے۔

(۲) نفع کا جو تناسب بھی چاہیں باہمی رضامندی سے طے کر سکتے ہیں۔ مثلاً کسی کا سرمایہ چالیس فی صد ہو اور اس کے لئے ساٹھ فی صد نفع کی شرط لگائی جائے اور دوسرے کا سرمایہ ساٹھ فی صد ہو اور اس کے۔لئے چالیس فی صد نفع کی شرط لگائی جائے تو یہ جائز ہے۔ نفع کی تقسیم بقدر سرمایہ ضروری نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مختلف شرکاء کے لئے نفع کی مختلف شرحیں طے کی جاسکتی ہیں جس کو آج کل کی اصطلاح میں ''وزن'' (Weightage) دنیا کہتے ہیں' مختلف شرکاء کو مختلف وزن دیا جاسکتا ہے۔ البتہ جس شریک نے کام نہ کرنے کی شرط لگائی ہو اس کا نفع اس کے سرمائے کے تناسب سے زائد نہیں ہوسکتا۔

(۳) نفع میں تو مختلف شرکاء کو مختلف وزن دیا جاسکتا ہے لیکن نقصان میں اسطرح کرنا جائز نہیں نقصان بہرحال سرمایہ کے بقدر ہوگا۔ جسکو فقہاء یوں تعبیر فرماتے ہیں۔

''الربح علی ما اصطلحوا علیه والو ضیعة بقدر راس المال''

اجارہ: یہ بھی تمویل کا ایک شرعی طریقہ ہے جس کو (Leasing) کہتے ہیں اور اس کی وضاحت سوال نمبر ۳ کے جواب میں ''اسلامی بینکاری'' کے موضوع کے تحت صفحہ نمبر ''۵'' پر ہو چکی ہے۔

مرابحہ مئوجلہ: یہ بھی تمویل کا ایک جائز شرعی طریقہ ہے اور اس کی مکمل تفصیل بھی ''اسلامی بینکاری'' کے عنوان کے تحت سوال نمبر ۳ کے جواب میں گزر چکی ہے۔

بیع:

سوال نمبر ۱۔ معاملات بیع میں نقد اور ادھار علیحدہ علیحدہ قیمتیں رکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ دلائل سے واضح فرمائیں۔

جواب۔ ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کرنا باتفاق فقہاء جائز ہے۔ مثلاً بنک نے جس ریٹ پر سامان خریدا ہے اس پر معین نفع کی زیادتی کیساتھ مشتری کو فروخت کرے گا اور ثمن ایک معین مدت کے بعد وصول کرے گا، تو شرعاً اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اکثر فقہاء کے نزدیک اس قسم کا عقد جائز ہے۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **وقد فسر بعض اهل العلم. قالوا! بیعتین فی بیعة ان یقول! ابیعک هذا الثوب بنقد بعشرة، وبنسیة بعشرین ولا یفارقه احد البیعین فاذ افارقه احد هما فلا باس اذا کانت العقدة علی احد منهما۔**

بعض فقہاء ''بیعتین فی بیعة'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مثلاً بائع یہ کہے کہ میں یہ کپڑا نقد دس درہم میں اور ادھار بیس درھم میں فروخت کرتا ہوں، لیکن پھر کسی ایک بیع پر اتفاق کرتے ہوئے فریقین کے درمیان جدائی نہ ہوئی (تو

یہ صورت ناجائز ہے اور بیعتین فی بیعۃ میں داخل ہے) البتہ اگر فریقین ایک بیع پر یعنی نقد یا ادھار پر اتفاق کرتے ہوئے جدا ہو گئے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں (جامع ترمذی ج ۴ صفحہ ۵۳۳، باب ماجاء فی النھی عن بیعتین فی بیعۃ حدیث نمبر ۱۲۳۱)

امام عبدالرزاقؒ نے مصنف عبدالرزاق میں امام زہری، طاؤس اور سعید بن المسیب سے نقل کیا ہے یہ حضرات فرماتے ہیں: **"لا باس بان یقول: ابیعک ھٰذا الثوب بعشرۃ الیٰ شھر، او بعشرین الیٰ شھرین، فباعہ علی احد ھما قبل ان یفارقہ فلا باس بہ و ھکذا عن قتادۃ"** (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۳۶)

"اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ بائع یہ کہے کہ میں یہ کپڑا ایک ماہ کے ادھار پر دس درہم میں اور دو ماہ کے ادھار پر بیس درہم میں فروخت کرتا ہوں اور پھر جدائی سے پہلے ایک صورت پر اتفاق کر کے کپڑا بیچ دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں امام قتادہ سے بھی یہی منقول ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **قال ابو حنیفۃ فی الرجل یکون لہ علی الرجل مائۃ دینار الی اجل، فاذا حلت قال لہ الذی علیہ الدین، بعنی سلعۃ یکون ثمنھا مائۃ دینار نقداً، بمائۃ و خمسین الیٰ اجل، ان ھٰذا جائز، لا نھا لم یشترطا شیاً ولم یذکرا امراً یفسد بہ الشراء"** (کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ، ج ۲ ص ۶۹۴ باب مایجوز فی الدین وما لا یجوز فیہ)

"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے دوسرے کے ذمے سو دینار تھے، جو معین تاریخ پر ادا کرنے تھے۔ جب وہ معین تاریخ آئی تو اس شخص نے جس پر دین تھا۔ یہ کہا کہ فلاں سامان جس کی قیمت نقد کے اعتبار سے سو دینار ہے مجھے ادھار ایک سو پچاس دینار میں فروخت کردو۔ یہ صورت جائز ہے۔ اس لئے کہ اس عقد کے اندر فریقین نے کوئی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی فریقین نے کسی ایسی چیز کا ذکر کیا ہے۔ جو اس معاملے کو فاسد کردے"۔

سوال نمبر ۲۔　اسٹاک ایکسچینج میں حصص کی فارورڈ ٹریڈنگ کیا شرعی طور پر جائز ہے یا ناجائز؟

جواب۔　غائب سودے (فارورڈ ٹریڈنگ) جن میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے وہ بھی شرعاً جائز نہیں۔ اس لئے کہ بیع کی وقت مستقبل کی طرف اضافت یا تعلیق باتفاق فقہاء ناجائز ہے البتہ مستقبل میں بیع کا وعدہ کیا جا سکتا ہے لیکن وقت آنے پر بیع باقاعدہ کرنی ہوگی۔

چونکہ غائب سودا بیع قبل القبض ہے اور بیع قبل القبض جائز نہیں ہے۔

بیع قبل القبض کی ممانعت کا مدار دو وجوں پر ہے۔

(۱)　قبضے سے پہلے مبیع مقدور التسلیم نہیں ہوتا، لہٰذا یہ بات یقینی نہیں ہے کہ وہ مشتری کو ضرور قبضہ کرادے گا یہ غرر ہے جس کی بناء پر بیع جائز نہیں۔

(۲)　بیع قبل القبض کی ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قبضے سے پہلے مبیع بائع کے ضمان میں نہیں آتا اور ربح مالم یضمن جائز نہیں۔

سوال نمبر۳۔ مضاربہ میں پہلے سے طے شدہ منافع کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب۔ مضاربہ میں پہلے سے طے شدہ (خاص مقدار میں) منافع شرعاً جائز نہیں۔ ایسی صورت میں مضاربت فاسد رہے گی۔

قال العلامة ابو بکر الکاسانیؒ: و منها ان المشروط لکل واحد منهما من المضارب ورب المال من الربح جزءا شائعاً نصفاً او ثلثاً او ربعاً فان شرطا عددا مقدرا بان شرطا ان یکون لاحدهما مائة درهم من الربح او اقل او اکثر والباقی للآخر لا یجوز والمضاربة فاسدة (بدائع الصنائع ج ۶ ۸۵)

نفع مقرر کرنے کا صحیح شرعی طریقہ یہ ہے کہ جو نفع حقیقت میں ہوگا اس کا فی صد حصہ مقرر کیا جائے۔ (مزید تفصیل شرکت ومضاربت کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

سوال نمبر۴۔ بنکوں میں مروجہ مرابحہ کا طریق کار اسلامی اصولوں کے مطابق کہاں تک جائز ہے؟

جواب۔ بنکوں میں مروج مرابحہ کا طریق کار اگر مندرجہ ذیل خامیوں سے خالی ہو تو اسلامی اصولوں کے مطابق جواز کی گنجائش ہے۔

(۱) مرابحہ کی صحیح شکل تو یہ ہے کہ بنک کوئی چیز خرید کر نفع پر بیچ دے مگر پاکستانی بنکوں میں ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ جس چیز پر عقد مرابحہ کیا جا رہا ہے وہ چیز پہلے سے ہی اس شخص کے پاس موجود ہوتی تھی جو بنک سے قرض لینے کیلئے آیا ہے۔ بنک اس سے اس چیز کو نقد کم قیمت پر خرید کر پھر نفع پر اسی کو دوبارہ ادھار بیچ دیتا ہے اسکو بائی بیک (Buy Back) کہتے ہیں۔ اس طرح حقیقتاً مرابحہ کی بجائے نفع کو بائی بیک سے وابستہ کر دیا گیا۔ جو شرعی اعتبار سے بالکل ناجائز ہے کیونکہ ایک ہی شخص سے کم قیمت پر خرید کر فوراً ہی اسے زیادہ قیمت پر ادھار بیچ دینا درحقیقت سودی قرض ہی کی ایک شکل ہے۔ جبکہ پہلی خریداری میں ہی یہ شرط ہوتی ہے کہ اسے دوبارہ بیچ دیا جائیگا۔

(۲) بائی بیک کا حیلہ بھی حقیقت میں نہیں ہوتا عموماً محض فرضی کاروائی ہوتی ہے۔ ایسا سامان سرے سے موجود ہی نہیں ہوتا جس پر بائی بیک کیا جا رہا ہو۔ حتیٰ کہ اداروں کے ایسے اخراجات جن سے کوئی چیز خریدی نہیں جاتی مثلاً تنخواہیں، بلوں کی ادائیگی وغیرہ ان کے لئے بھی بنکوں سے مرابحۃً قرض مل جاتا ہے۔

(۳) اگر بائی بیک نہ بھی ہو حقیقت میں مرابحہ ہی ہو تو بھی اس بات کا اہتمام نہیں کیا جاتا کہ جس سامان کو مرابحۃً بیچا جا رہا ہے وہ پہلے بنک کے قبضے اور ضمان میں آئے حالانکہ مرابحہ کے درست ہونے کے لئے اس سامان کا پہلے بنک کے قبضے اور ضمان میں آنا ضروری ہے۔

(۴) بنک کے پاس جب کوئی شخص سرمایہ حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو بینک تمویل کی حد مقرر (تحدید السقف) کر دیتا ہے کہ اتنے سرمائے کی حد تک بنک مرابحہ کرنے کیلئے تیار ہے۔ معاہدے پر دستخط کرا لئے جاتے

ہیں۔اس وقت بنک اس شخص کو سامان خریدنے کا وکیل بھی بنادیتا ہے لیکن اس وقت کوئی بیع منعقد نہیں ہوتی بلکہ وہ محض ایک باہمی معاہدہ ہوتا ہے کہ بنک حسب ضرورت ان شرائط پر اپنے گاہک کو اس کی ضرورت کی اشیاء خرید کر فراہم کرے گا۔اب ضرورت اس بات کی تھی کہ جب گاہک کو کسی چیز کی ضرورت ہوتو وہ بنک کو بتائے پھر بہتر طریقہ تو یہ ہوتا کہ بنک وہ چیز اپنے ذرائع سے خرید کر اپنے قبضے میں لاتا پھر گاہک کو مرابحۃً فروخت کرتا،لیکن اگر بنک خود خریدنے کی بجائے اسی گاہک کو خریداری کا وکیل بنائے تو اس میں کم از کم یہ ضروری تھا کہ پہلے گاہک وہ چیز بنک کے وکیل کی حیثیت سے خرید کر بنک کو مطلع کرے پھر اس سے ایجاب وقبول کر کے اپنے لئے خریدے۔یہاں گاہک کی دو حیثیتوں کو ایک دوسرے سے ممتاز رکھنا ضروری تھا۔پہلے اس کی حیثیت وکیل کی ہے اور جب تک وہ اس حیثیت میں ہے اس پر وکالت کے احکام جاری ہوں گے اور جب تک سامان پر اس کا قبضہ بنک کی وکیل کی حیثیت سے ہے اس وقت تک وہ سامان بنک کی ملکیت میں ہے اور اسی کی ضمان میں ہے لہٰذا اگر اس دوران وہ سامان وکیل کی کسی تعدی کے بغیر ہلاک ہوجائے تو بنک کا نقصان ہونا چاہیے۔پھر جب وہ بنک کو اطلاع دے کر اس سے وہ سامان اپنے لئے خریدے تو اس وقت سامان گاہک کی ملکیت اور ضمان میں آجائے گا اور اگر اس کے بعد ہلاک ہوجائے تو گاہک کا نقصان ہوگا۔

گاہک کی ان دو حیثیتوں کا کلی طور پر ایک دوسرے سے ممتاز ہونا نہایت ضروری ہے۔لیکن آج کل اکثر بنک اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے بلکہ تحدید السقف کے وقت یعنی Limit منظور کرتے ہوئے مرابحہ کے معاہدے پر جو دستخط ہوتے ہیں انہی کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے۔اس کے بعد گاہک سامان خود خرید کر اسے اپنے استعمال میں لاتا رہتا ہے اور بنک سے خریداری کے لئے کوئی الگ ایجاب وقبول نہیں کیا جاتا جس کے نتیجے میں یہ محض ایک مصنوعی کاروائی ہو جاتی ہے اور عملی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ بنک نے گاہک کو رقم دی اور ایک مدت کے بعد زیادہ رقم وصول کرلی۔سامان کا بنک کے ضمان میں آنا پھر اس کی ملکیت کا گاہک کیطرف منتقل ہونا اور اسی مقصد کے لئے ایجاب وقبول وغیرہ کچھ نہیں ہوتا یہ طریقہ بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

(۵) یہ غلطی بھی ہوتی ہے کہ تمویل کی حد مقرر کرنے (تحدید السقف) کے معاہدے پر دستخط ہوتے ہی بنک اس شخص سے Bill of exchange (ہنڈی) یا پرامیسری نوٹ پر دستخط کرالیتا ہے۔یہ اس لئے غلط ہے کہ ہنڈی پر دستخط تو اس وقت ہوتے ہیں جب کوئی شخص مدیون بن جاتا ہے اور یہ شخص ابھی بنک کا مدیون نہیں بنا،ابھی تو آئندہ مرابحہ مؤجلہ کرنے پر آمادگی کا معاہدہ ہوا ہے۔گاہک بنک کا مدیون اُس وقت بنے گا جب وہ سامان بنک سے اپنے لئے خریدے گا،لہٰذا پرامیسری نوٹ پر دستخط بھی اسی وقت ہونے چاہیے۔

(۶) سودی نظام میں قرضہ کی ادائیگی کا وقت آجائے اور مقروض ابھی قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا ابھی ادا نہ کرنا چاہتا ہو تو اس قرض کی مدت بڑھادی جاتی ہے پہلا سود قرضے میں شامل ہوجاتا ہے اور اس پر مزید سود لگا

کر مزید مہلت دیدی جاتی ہے۔ اس کو رول اوور (Roll over) کرنا کہتے ہیں۔ مرابحہ میں بھی یہی سلسلہ شروع کر دیا گیا مرابحہ کی ثمن کی ادائیگی کا وقت آنے پر ادائیگی کی استطاعت نہ ہو تو یہاں بھی قرض کو رول اوور کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو ایک بیع تھی۔ اس میں سامان کی ایک قیمت طے تھی اس قیمت میں اب اضافہ یا کمی ممکن نہیں۔ نہ اس مرابحہ پر مزید مرابحہ کیا جا سکتا ہے۔ مرابحہ کی حقیقت اور شرائط کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے اس جیسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کی وجہ سے معاملہ شرعی طور پر جائز نہیں رہتا۔ اسلئے مرابحہ پر عمل کرنے کیلئے اس کی شرائط کی رعایت بہت ضروری ہے۔

انشورنس:

سوال نمبر ا۔ بیمہ کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر یہ کاروبار سودی ہے تو اس کے لئے متبادل شرعی طریقے کیا ہیں جن کے مطابق نقصانات کا ازالہ کیا جا سکے؟

جواب۔ **بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کی شرعی حیثیت:** جمہور کا موقف یہ ہے کہ اس بیمے میں قمار بھی ہے اور ربوا بھی۔ قمار اس لئے کہ ایک طرف سے ادائیگی متعین ہے اور دوسری طرف سے ادائیگی موہوم ہے۔ جو قسطیں ادا کی گئی ہیں وہ تمام رقم ڈوب بھی سکتی ہے اور اس سے زیادہ بھی مل سکتی ہے اسی کو قمار کہتے ہیں۔ اور ربوا اس طرح ہے کہ یہاں روپے کا روپے سے تبادلہ ہے اور اس میں تفاضل ہے کہ بیمہ دار کی طرف سے کم رقم دی جاتی ہے اور اسے زیادہ رقم ملتی ہے۔ البتہ بیمہ زندگی میں قمار نہیں کہ وہاں رقم یقیناً واپس مل جاتی ہے۔ مگر ربوا اور غرر ہے۔ ربوا تو ظاہر ہے۔ غرر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ارکان عقد (ثمن، مبیع یا اجل) میں سے کسی چیز کا مجہول ہونا یا کسی مجہول اور غیر معین واقعے پر موقوف ہونا۔ یہاں غرر اس طرح ہے کہ معلوم نہیں کہ کتنی رقم واپس ہوگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جتنی رقم دی تھی وہی بمعہ سود کے واپس ملے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حادثے کی صورت میں زیادہ رقم مل جائے۔

بیمہ کا متبادل:

بیمہ کا متبادل ایک تو تعاونی بیمہ ہے جس میں شرکاء اپنی اپنی مرضی سے فنڈ میں رقم جمع کراتے ہیں اور سال کے دوران جن جن لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا۔ اس فنڈ سے ان کی امداد کرتے ہیں۔ پھر سال کے ختم پر اگر رقم بچ گئی تو وہ شرکاء کو بحصہ رسدی واپس کر دی جاتی ہے یا ان کی طرف سے آئندہ سال کے فنڈ کے لئے چندے کے طور پر رکھ دی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اب عالم اسلام کے کئی ملکوں میں ''شرکات التکافل'' کے نام سے کچھ کمپنیاں قائم ہوئی ہیں جنہیں تجارتی بیمے کے متبادل کے طور پر قائم کیا گیا ہے۔ ان کا بنیادی تصور یہ ہے کہ ہر بیمہ دار کمپنی کا شیئر ہولڈر ہوتا ہے کمپنی اپنا سرمایہ نفع بخش کاموں میں لگا کر اس کا نفع اپنے شیئر ہولڈرز میں تقسیم بھی کرتی ہے اور کمپنی ہی کی ایک ریزرو فنڈ سے بیمہ داروں کے نقصانات کی تلافی بھی کرتی ہے۔ (تلخیص از ''اسلام اور جدید معیشت و تجارت'' اور ''فقہی مقالات'')

زکوٰۃ:

سوال نمبر ا۔ کیا زکوٰۃ کی رقوم کا استثمار شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟ یعنی زکوٰۃ کی رقوم سے اس مقصد کی خاطر کارخانے اور فیکٹریاں وغیرہ قائم کرنا کہ ان سے حاصل ہونے والے منافع کو مستحقین زکوٰۃ میں تقسیم کیا جائے گا اور ان کارخانوں میں فقراء و مساکین اور دیگر مستحقین کو ملازمت دے کر انہیں روزگار فراہم کیا جائے گا، شرع نقطۂ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ زکوٰۃ کی رقوم کے استثمار میں کئی قباحتیں ہیں۔

(۱) اس صورت میں تملیک مسکین نہیں ہوتی ہے اور زکوٰۃ میں تملیک (قبضہ) مسکین شرط ہے۔

(۲) کارخانوں میں ہر ملازم مستحق زکوٰۃ نہیں ہوتا ہے بلکہ اکثر ملازمین زکوٰۃ کے مسائل میں غنی کے حکم میں ہوتے ہیں۔ مسکین ملازم کا امتیاز مشکل ہو جائے گا۔

(۳) زکوٰۃ کا نفع صرف ان لوگوں کو ملے گا جو ملازمت کے اہل ہو اور جو ملازمت کے اہل نہیں۔ جیسے ان پڑھ لوگ، بوڑھے، بیوائیں اور وہ یتیم اور نادار جس کا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہو تو اُن کو کچھ نفع نہیں ملے گا۔

(۴) کارخانہ بننے کے کچھ عرصہ بعد بنانے والے کے ورثاء اس کو میراث سمجھ کر پھر اپنی ملکیت میں داخل کریں گے حالانکہ زکوٰۃ کے اموال میں ارث جاری نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ تو مالک کی ملکیت سے نکل چکے ہیں۔

(۵) یہ تو ضروری نہیں کہ کارخانہ خواہ مخواہ نفع کمائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کارخانہ دیوالیہ ہو جائے تو مسکین سب کچھ سے محروم رہے گا۔

سوال نمبر ۲۔ اموال زکوٰۃ کے استثمار کے جائز یا ناجائز ہونے کے دلائل اور اسباب و وجوہ کتاب و سنت کی روشنی میں بیان فرمائیں؟ تملیک کی شرط کے شرعی دلائل کیا ہیں؟

جواب۔ زکوٰۃ کے استثمار میں جو قباحتیں ہیں وہ سوال نمبر ا کے جواب میں مذکور ہیں۔ البتہ تملیک کی شرط کے شرعی دلائل یہ ہیں۔

(۱) واٰتوا الزکوٰۃ (الایۃ)

(۲) انما الصدقات للفقراء والمساکین الخ. (الایۃ)

(۳) قال النبی ﷺ ادوا زکاۃ اموالکم (الحدیث)

(۴) وقال الشیخ ابن الھمام: ولا یبنی بھا مسجد ولا یکفن بھا میت لانعدام التملیک وھو الرکن ولا یقضی بھا دین میت لان قضاء دین الغیر لا یقتضی التملیک منہ لا سیما من المیت ولا تشتری بھا رقبۃ تعتق خلا فالمالک ذھب الیہ فی تاویل قولہ تعالیٰ و فی الرقاب ولنا

ان الا عتاق اسقاط الملک ولیس بتملیک. (بحوالہ فتح القدیر ج ۲ کتاب الزکوٰۃ)

سوال نمبر۳۔ زکوٰۃ کے مال سے اگر رہائشی مکانات یا دوکانیں تعمیر کر کے فقراء و مساکین کو رہائش یا تجارت کیلئے دیدی جائیں اور انہیں مکانات اور دوکانوں وغیرہ کا مالک نہ بنایا جائے۔تو کیا اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائیگی یا نہیں؟

جواب۔ مندجہ بالا (سوال نمبر۲ کے جواب میں) لائل سے واضح ہوا کہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اور یہ مذکورہ فی السوال صورت میں تملیک نہیں ہے۔لہٰذا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

سوال نمبر۴۔ فقراء و مساکین میں مال زکوٰۃ تقسیم کرنے کی بجائے اگر ان کے لئے زکوٰۃ کے مال سے مکانات یا دوکانیں تعمیر کر کے ان کی ملکیت میں دیدی جائیں تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس میں شرعاً اگر کوئی قباحت ہے تو اسے دلائل کے ساتھ واضح فرمائیں۔

جواب۔ اس صورت میں کئی خدشات ہیں۔

(۱) بندہ کے مشاہدہ میں کئی بار آیا ہے کہ جو شخص نقد کی بجائے مسکین کو زکوٰۃ میں سامان فراہم کرتا ہے تو مزکی اس زکوٰۃ میں بھی تجارت کرتا ہے۔مثلاً سو روپیہ کی قیمت والا سامان ایک سو پچاس کے حساب سے مسکین کو دیا جاتا ہے تو مزکی نے مسکین سے سو روپیہ زکوٰۃ میں پچاس روپے کمائی کی یہ مسکین کو نقصان ہے تو یہاں ہو سکتا۔ ہے کہ گھر پر خرچہ ایک لاکھ آیا ہو اور مسکین کو یہ گھر دو لاکھ میں حساب کیا جائے تو یہ مسکین کو نقصان ہے۔

(۲) اس صورت میں ایک مسکین کو نفع ملے گا اور دیگر مساکین محروم ہوں گے اس وجہ سے فقہاء کرام نے ایک مسکین کو مقدار نصاب زکوٰۃ دینے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس سے اور مساکین محروم ہوتے ہیں۔اور وہ اس طرح کہ ایک لاکھ روپیہ جس سے گھر بنانا ہو ایک مسکین کو ملے اور اگر نقد رقم پانچ پانچ ہزار ایک ایک مسکین کو دیئے جائیں تو ایک نقد رقم سے کم از کم بیس مساکین کا گزارہ ہو جائیگا۔

(۳) پھر عام اغنیاء وہ مکان اور دوکان زکوٰۃ میں دیں گے جو اُن کے لئے کارآمد نہ ہو۔تو گویا صرف برائے نام (اخلاص سے خالی) زکوٰۃ ہوگی اور آخرت کے لحاظ سے اس قسم کی زکوٰۃ کارآمد نہیں ہے۔

سوال نمبر۵۔ کیا موجودہ حالات کے تناظر میں اموال زکوٰۃ، مصارف زکوٰۃ، نصابِ زکوٰۃ اور شرح زکوٰۃ میں کمی بیشی کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب۔ اموال زکوٰۃ، مصارف زکوٰۃ، نصابِ زکوٰۃ، شرح زکوٰۃ یہ سارے منصوصی امور ہیں اجتہادی امور نہیں ہیں۔یہ توقیفی امور ہیں مدرک بالعقل نہیں ہیں لہٰذا اس میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہے۔ہاں یہ جائز بلکہ افضل ہے کہ ایک غنی شخص مقدار زکوٰۃ سے زیادہ مقدار مسکین کو دے دیں یہ زیادہ حصہ نفلی صدقہ میں شمار ہو کر مسکین کے ساتھ تعاون ہو گا۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

بحث ونظر

مفتی ذاکر حسن نعمانی
استاذ الحدیث جامعہ عثمانیہ پشاور

اسلامی بینکاری اور علماء کی ذمہ داری

فقہاء کرام کا امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے حضور اکرم ﷺ کے بعد ان حضرات نے اپنے اپنے دور میں عمل کے لئے لوگوں کو صحیح مسائل بتائے ہیں۔ اگر عمل کے لئے راہ متعین نہ ہو تو عمل مشکل ہو جاتا ہے۔ کفار کے ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو سب سے بڑی مشکل یہی مشکل ہی پیش آتی ہے کہ ان کو ان کا دینی مسائل میں کوئی رہنمائی والا نہیں ملتا۔

انقلاب زمانہ:

ہر زمانہ میں مختلف انقلابات آتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے نئے نئے مسائل سامنے آتے رہتے ہیں جن کا فقہی حل فقہاء کرام انفرادی اور اجتماعی اجتہاد کے ذریعے پیش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ فقہی ذخائر کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کس دور میں کون سا نیا مسئلہ تھا اور اس کو اس دور کے نامور اور بڑے فقہاء نے کیسے حل کیا' ہر دور کے نامور فقہاء کی بڑی بڑی کتابیں اور فتاویٰ اس کا بین ثبوت ہے۔

ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں مختلف میدانوں میں بڑے بڑے انقلابات آئے ہیں۔ مثلاً طب کا میدان' سیاست کا میدان' سائنس و ٹیکنالوجی کا میدان اور معاشی میدان۔

معاشی میدان:

معاشیات بذات خود بہت بڑا وسیع اور اہم میدان ہے' سب سے زیادہ کام اسی میدان میں ہوا ہے۔ اسلام کا اپنا ایک معاشی تصور ہے' جس کی بنیاد حلال و حرام اور جائز و ناجائز پر ہے۔ ورنہ محض معاشی میدان میں سود اور جوا کی پرواہ نہیں ہوتی' موجودہ معاشی نظاموں کا بڑا دارومدار بینک پر ہے اور روایتی بینکوں کا بنیادی کام کرنسی کا سودی لین دین ہے۔

لوگ بینکوں میں رقم حفاظت' امانت اور کاروبار کی حیثیت سے رکھتے ہیں' اپنی رقوم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں' بینکوں سے قرضہ لیتے ہیں' بینکوں کے ذریعے گاڑیاں اور مشینریاں لیتے ہیں۔ برآمدات و درآمدات میں بینک اہم کردار ادا کرتا ہے' لوگوں کی تنخواہیں بینکوں کے راستے سے آتی ہیں اور لوگ ایک دوسرے کو ادائیگیاں مختلف بینکوں کے چیک کے ذریعے کرتے ہیں' مذکورہ امور میں سود کا عنصر زیادہ شامل ہوتا ہے۔

روایتی بینک سے اسلامی بینک تک:

موجودہ روایتی بینکوں پر صدیاں بیت چکی ہیں، ان کا قبلہ درست کرنا کوئی آسان کام نہ تھا، یعنی جیسے کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے دین کی حفاظت اور ترویج کے لئے رجال کار پیدا کرتا ہے بلکہ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے، مجدد کبھی فرد ہوتا ہے کبھی جماعت ہوتی ہے۔ یہ مجدد فرد یا جماعت اپنے دور میں تجدیدی کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔

معاشیات کے میدان میں اس دور کا بڑا مسئلہ متبادل اسلامی بینکاری ہے، اس پر گزشتہ کئی دہائیوں سے دردِ دل رکھنے والے سمجھ دار فقہاء، بینکار اور ماہرین معاشیات نے مل کر خوب کام کیا۔ جن میں ہندوستان، پاکستان کے علاوہ عرب علماء نے زیادہ کام کیا ہے جس کی وجہ سے پچھلی چند دہائیوں سے پوری دنیا میں اسلامی بینکاری عملاً شروع ہو چکی ہے۔ جس کے لئے بنیادی اور معیاری کتاب "المعاییر الشرعیة" ہے اس کا انگریزی ترجمہ Shariah Standerd کے نام سے ہو چکا ہے۔ یہ کتاب بحرین سے چھپی ہے۔

علماء فقہاء کرام کی کاوشیں:

تمام فقہاء کرام اپنے دور کے جدید مسائل حل کرتے ہیں جن کیلئے ماخذ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس ہے، اسی طرح اصول فقہ اور اصول اجتہاد ہیں جس کی وجہ سے بے شمار قواعد اصول فقہ اور قواعد فقہ وجود میں آچکے ہیں، جن کی روشنی میں نئے پیدا ہونے والے مسائل حل ہوتے ہیں، ضروری نہیں کہ تمام نئے مسائل کا حل قدیم اور پرانی فقہ میں ملے یا کسی ایک فقہ میں ملے۔

اس لئے بوقت ضرورت تمام مکاتب فکر سے بقدر ضرورت استفادہ کرنا پڑے گا خاص کر اس وقت کہ پوری دنیا ایک گاؤں بن چکی ہے۔ زمان او رمکان کے فاصلے ختم ہو چکے ہیں، دور دور کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ معاملات میں مشغول ہیں۔ پوری دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ معاملات کرنے والے ضروری نہیں کہ سب حنفی ہوں، کوئی حنفی ہے، کوئی شافعی ہے، کوئی حنبلی ہے، کوئی مالکی ہے اور کوئی کافر ہے۔ یہ معاملات کرنے والے اگر اپنی اپنی فقہ سے ذرا برابر نہ ہٹیں تو لوگ مشکلات میں پڑ جائیں گے۔ معاملات ٹھپ ہو کر رہ جائیں گے۔ اور اگر تمام مکاتب فکر والے سود اور جوا کو معاملات سے نکالنے کے لئے متحد ہو جائیں تو یہ ایک اچھی سوچ اور فکر ہوگی۔

اسی سوچ اور فکر میں بقدر ضرورت ایک دوسرے سے مدد لینے میں شرعی گنجائش بھی ہے کیونکہ دلائل کے اختلاف میں رحمت ہے۔ تمام مکاتب فکر شرعی دلائل کی روشنی میں فقہ مرتب کرتے ہیں۔ خواہشات کی بنیاد پر بلاضرورت فقہی مسلک چھوڑنا اور بات ہے اور ضرورت کی بنیاد پر مجبوراً بقدر ضرورت کسی مسلک پر چلنا اور بات ہے۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، خاص کر جب تمام مکاتب فکر سود اور جوا کے خلاف متحد ہو جائیں تو پوری دنیا کی معیشت اور خاص کر بینک سے سود ختم کریں گے۔

یہ ایک مبارک اور اچھی سوچ اور کاوش ہے۔ اس کی طرف تمام علماء اور فقہاء کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

دینی خدمت:

دین کی خدمت کے کئی شعبے ہیں۔ دین کی سب سے زیادہ خدمت اس وقت مدارس میں ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ تبلیغی جماعت اس دین کو پوری دنیا میں پھیلا رہی ہے۔ دین کو لوگوں کیلئے عملاً آسان بنانا اور بتلانا یہ فقہاء کرام کا کام ہے اس کیلئے مدرسہ کی چار دیواری سے نکل کر پوری دنیا کے معاملات کا دقت نظر سے جانچنا ضروری ہے تا کہ پتہ چل سکے کہ لوگ عملاً کیا کر رہے ہو؟ کن معاملات میں سود اور جوا ہے؟ کونسے معاملات باطل اور کونسے فاسد ہیں؟

لوگوں کے معاملات کی حقیقت تک رسائی بڑی ضروری ہے۔ معاملات و مسائل کی تہہ تک پہنچنے کے لئے جو ذرائع اور وسائل میں ان کو حاصل کرنا فقیہہ کا فریضہ ہے۔ ہندوستان، پاکستان، عرب ممالک، یورپ اور امریکہ کو مدنظر رکھتے ہیں۔ انگریزی اور عربی زبان پر عبور بڑا ضروری ہے۔ ان دو زبانوں کی وجہ سے مسائل کی تہہ تک رسائی ممکن بن جاتی ہے پھر مسائل کے حل کے لئے فقہی مہارت ضروری ہے۔

اس وقت ہمارے بے شمار بڑے بڑے جبال العلم موجود ہیں جن میں مسائل کے حل کی اعلیٰ استعداد بھی موجود ہے لیکن دنیا کے معاملات اور لوگوں کے مسائل کی تہہ تک پہنچنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو مدرسہ سے باہر ہونے والے معاملات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے یا وسائل کی کمی ہے یا ان کے ساتھ ماہرین فن کا رابطہ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے بعض لوگ ان کے سامنے ناجائز باتوں کے بارے میں ایسا سوال مرتب کرتے ہیں جس کا ان کو ہاں اور جائز میں جواب مل جاتا ہے حالانکہ معاملہ فی نفسہ ناجائز ہوتا ہے۔ اگر ہم خود معاملہ کی تہہ تک پہنچے کی استعداد رکھتے تو ایسا نہ ہوتا۔ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر کہیں سے ایسے سوال آجائے تو خود کسی نہ کسی طریقے سے معاملہ کی حقیقت جاننے کی کوشش ضروری ہے تا کہ غلطی سے یا غلط فہمی سے غلط جواب نہ دیں۔

علماء کی ذمہ داری:

لوگوں کو حرام اور ناجائز سے بچانے کیلئے ناجائز کی نشان دہی کے بعد صحیح، جائز آسان متبادل اور قابل عمل راہ دکھلانا علماء کا اہم فریضہ ہے۔

معیشت کی گاڑی کو حرام کہہ کر ہم نہیں روک سکتے، وہ تو چلتی رہے گی اس لئے کہ حرام کی گاڑی رک جائے اور حلال کی گاڑی نہ ہو تو لوگ اپنا ضروری سفر پھر بھی جاری رکھیں گے۔ لوگ حلال گاڑی کا کب تک انتظار کریں گے۔ حرام معیشت کی گاڑی بڑی تیزی کے ساتھ بہت آگے نکل چکی ہے اس پر صدیاں بیت چکی ہے۔ ہم نے چند دھائیوں سے معیشت کی حلال گاڑی شروع کرنے کی کوشش کی۔

مختلف مکاتب فکر سے استفادہ:

دنیا بھر کے مختلف مکاتب فکر والوں کا اس وقت گہرا ربط اور تعلق ہے کیونکہ زمان و مکان کے فاصلے ختم ہو گئے

ہیں اس لئے ان لوگوں کے معاملات کا حل قدیم فقہ یا صرف ایک ہی فقہ میں دیکھنا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ آج کل کے جدید مسائل ان فقہاء کرام کے دور میں نہ تھے اس لئے آج کل ان کا حل اجتماعی اجتہاد ہے اس کے لئے قرآن و حدیث، قدیم فقہ، قواعد فقہ و اُصول فقہ کے ساتھ تمام مکاتب فکر کی فقہ پر نظر ضروری ہے۔

تمام مکاتب فکر سے یہ استفادہ صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہے یہ نہ خروج عن المذہب ہے اور نہ مذہب سے خروج کی دعوت ہے اور نہ یہ ہر کہہ و مہہ کا کام ہے بلکہ اس کے لئے تجربہ کار، وسیع النظر، صاحب بصیرت او ماہر فقیہ النفس چاہیے تاکہ مذاہب سے اِدھر اُدھر خروج کھیل تماشا نہ بن جائے۔

موجودہ اسلامی بینکاری:

اس وقت کی موجودہ اسلامی بینکاری کا سب سے بڑا ہدف یہ ہے کہ کس نہ کسی طریقے سے بینکوں سے سود اور خلاف شرع معاملات کو ختم کیا جائے جس کے لئے ہندوستان، پاکستان اور عرب علماء نے ماہرین معاشیات اور ماہرین بینکنگ کے ساتھ مل کر کام کیا۔ یہ کام عربی اور انگریزی زبان میں بہت ملتا ہے اب اردو زبان میں کچھ مواد سامنے آرہا ہے لیکن وہ بہت کم ہے البتہ عملاً پورا رائج نظام انگریزی میں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بینکوں اور سرکاری اداروں میں تمام ملازمین کی سرکاری زبان انگریزی ہے۔ انگریزی کے علاوہ ان کے لئے کام کرنا، چلانا اور سمجھنا مشکل ہے۔ دوسری طرف ہمارے علماء کرام کی اس دور کی کمی انگریزی زبان سے ناواقفیت ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہے لیکن انگریزی زبان سے ناواقفیت کا یہ مطلب نہیں کہ اس نظام کو سمجھنے کی کوشش ہی چھوڑ دیں کیونکہ بینکنگ کا نظام ہو یا کوئی اور نظام ہو سب کی بنیاد قرآن و حدیث اور اسلامی فقہ ہے۔ سب نظام فقہ کے محتاج ہیں اگر فقہ اور فقاہت نہیں تو اسلامک بینکنگ اور دیگر تمام نظام بے کار ہو کر رہ جائیں گے۔

اس لئے علماء کرام کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ دنیا کے لئے ہر جگہ صحیح اسلامی فقہی نظام بنا کر دیں اگر کسی اور نے بنایا ہے تو علماء سے اس کی تائید لیں۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو اس کی اصلاح کریں کیونکہ جس طرح غلط اور غیر اسلامی نظام چلانا غلطی ہے تو غیر اسلامی کو اسلامی کہہ کر چلانا اس سے زیادہ سنگین غلطی ہے۔

اس وقت دنیا میں کچھ علماء اسلامی بینکاری اور تکافل وغیرہ کے ساتھ عملاً وابستہ ہیں اور کچھ علماء ان پر اعتماد کر رہے ہیں بعض علماء مخالف بن گئے ہیں۔

مخالفین کی مخالفت اس حد تک بڑھ گئی کہ مروجہ اسلامی بینکاری کو قطعی غیر شرعی اور غیر اسلامی کہہ دیا۔ جس کی وجہ سے ہر طرف ایک تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ یہ فتویٰ صادر کرنے والوں میں ایسے مفتی حضرات بھی شامل ہیں جن کو نفس بینکنگ اور اسلامک بینکنگ کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ صرف چند حضرات کی تحقیق پر اعتماد کر کے فتویٰ پر دستخط کر دیئے ہیں حالانکہ ایسا کرنا علم اور دیانت کے خلاف ہے۔ اور فتویٰ لکھنے والوں نے بھی بے احتیاطی کے ساتھ حرمت کا فتویٰ صادر کر دیا۔ حالانکہ ایک ماہر، تجربہ کار، وسیع النظر، دور اندیش اور صاحب بصیرت مفتی بعض نازک اور عالمگیر

مسائل میں ایسا نہیں کرتا، بہت احتیاط کرتا ہے۔

پھر اُن علماء کو اعتماد میں نہیں لیا جو نظریاتی طور پر ان مسائل میں گہری نظر رکھتے ہیں یا عملاً اس نظام کے ساتھ وابستہ ہیں تاکہ طرفین ایک دوسرے کو مطمئن کر سکیں۔ اپنے گھر کے اندر اختلافات کو حل کرنے کی بجائے اختلافات اور حرمت کی گیند عوام کی طرف پھینک دی۔ حالانکہ ایک دن ضرور یہ علماء آپس میں مل بیٹھ کر ایک دوسرے کو مطمئن کریں گے۔ فتویٰ صادر کرنے سے پہلے آپس میں مل بیٹھ کر ایک متفقہ بات عوام کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت تھی۔ اور اگر فتویٰ ہی صادر کرنا تھا تو پھر یوں لکھنا چاہیے تھا کہ ہماری تحقیق کے مطابق موجودہ اسلامی بینکاری غیر اسلامی ہے۔ اگر اس نظام کے بانی مبانی اور عملاً ملوث حضرات ہمیں مطمئن کر دیں تو فتویٰ سے رجوع کر سکتے ہیں، لیکن ان حضرات نے حرمت کا فتویٰ صادر کر کے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ مروجہ بینکاری تمام علماء کرام کے نزدیک حرام ہے حالانکہ ہندوستان، پاکستان اور عرب علماء کی یہ رائے نہیں ہے۔

"پشاور میڈیکل کالج" میں "پولیو" کے قطرے پلوانے کے جواز کے بارے میں ایک میٹنگ ہوئی جس میں جناب مفتی غلام الرحمان صاحب، جناب مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور جناب مفتی محمود اشرف صاحب کے علاوہ دیگر علماء بھی موجود تھے۔ ڈاکٹر حضرات بھی موجود تھے بیرون ملک کا وفد بھی تھا۔ پہلے یہ بحث ہوئی کہ "پولیو" کے قطروں کے کوئی مضر اثرات نہیں اور فوائد زیادہ ہیں۔ تو جب فتویٰ لکھنے کی نوبت آئی تو فتویٰ لکھنے کے دوران میں نے کہا کہ فتویٰ میں لکھیں کہ "ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق" تو اس جملہ سے مفتی محمود اشرف صاحب (دارالعلوم کراچی) نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ آپ نے بڑے صحیح اور اچھے جملے کا اضافہ کیا، کل کو اگر تحقیق بدل جائے تو علماء کو فتویٰ سے رجوع کرنا بھی آسان ہوگا کہ اب تحقیق یہ ہے۔

مفتیان کرام کی ذمہ داری:

حرمت کا فتویٰ صادر کرنے والوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ موجودہ اسلامی بینکاری غیر شرعی اور حرام ہے تو جائز، حلال متبادل نظام پیش کریں۔ اس فتویٰ میں نہ اصلاح کی تجاویز ہیں نہ متبادل جائز نظام ہے۔ بظاہر تو اسکا یہ مطلب ہے کہ بس سودی بینکاری کرتے رہو کیونکہ متبادل اسلامی بینکاری ہمارے بس کی بات نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے معیشت کے میدان میں عالمی سطح پر بہت کام کیا ہے لیکن لاہور کے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کا کام حضرت موصوف کی محنت کو تنقید کا نشانہ بنانا ہے۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ معیشت کے میدان میں فقہی کام کرنے والوں کی خدمات کا اعتراف کر کے اس کو آگے بڑھائیں۔ غلطی نظر آئے تو اصلاح کریں یا متبادل جائز صورت بتائیں۔ گذشتہ فقہاء نے ایسا ہی کیا ہے۔

لیکن لاہور کے مفتی صاحب اپنی تنقیدی کتاب کے "پیش لفظ" میں لکھتے ہیں۔ "ہمارے پاس نہ اتنے وسائل ہیں نہ اصحاب کار ہیں نہ اتنا حوصلہ ہے اور نہ حکومت سے منوانے کی توقع ہے"۔

مفتی صاحب خود اعتراف کر رہے ہیں کہ متبادل نظام پیش نہیں کر سکتے۔ جب خود حوصلہ نہیں تو دوسروں کی حوصلہ شکنی کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ دینی کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ خود بھی ایک کام نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی کرنے نہیں دیتے اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ خود اعتراف بھی کر رہے ہیں کہ نہ اتنا حوصلہ ہے یعنی متبادل جائز نظام پیش نہیں کر سکتے۔

(جہاں تک خیبر بینک کا تعلق ہے تو) خیبر بینک کی اسلامی بینکاری نے ضلع مردان میں ایک NGO کو تیس لاکھ روپے مضاربت پر دیئے اور ان سے کہا کہ دیہات کی سطح پر زمینداروں کیساتھ مرابحہ کرو۔ بینک کے اندر مرابحہ کا جو طریقہ کار ہے اس کے تمام ضروری فارم اور کاغذات ان کو دے دیئے۔ یہ کاغذات اردو میں تھے انہوں نے ہمیں بتائے بغیر وہ کاغذات دارالعلوم دیوبند بھیج دیئے۔ وہاں کے فقہیانِ کرام نے بڑی دقت نظر کیساتھ ان کاغذات کا مطالعہ کی اور چند لفظی تبدیلیاں کیں۔ مثلاً ہم نے لکھا تھا "معاہدہ مرابحہ" تو انہوں نے اصلاحی کی کہ "معاملہ مرابحہ" ہم نے ویسا ہی کردیا۔ دو تین مرتبہ اس ادارہ نے دارالعلوم دیوبند سے رابطہ کیا، پھر انہوں نے جواز کا فتویٰ دیا۔ وہ فتویٰ ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کے بعد اس ادارہ۔ NRSP نے وہی کاغذات اور دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک" بھیج دیئے۔ وہاں کے دارالافتاء والوں نے بھی مرابحہ کے اس نظام کو جائز قرار دیا۔ یہ فتویٰ بھی ہمارے پاس موجود ہے۔

<u>مشورہ:</u>　اسلامی عملی بینکاری کہ یہ ایک عبوری دور ہے۔ نظریاتی خاکے پیش کرنا آسان ہے لیکن علمی تطبیقات بہت مشکل ہوتی ہیں ممکن ہے اس نظام میں غلطیاں بھی ہوں گی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک اہم دینی محنت کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ ہر نظام کی ابتداء میں بے شمار غلطیاں ہوتی ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اصلاح ہوتی رہی۔ ایک آدمی سائیکل چلانا سیکھتا ہے تو کتنی غلطیاں کرتا ہے، بار بار گرتا اور اُٹھتا ہے۔ اگر کوئی اس کو ایسی حالت میں ٹوک دے کہ نہیں چلا سکتے تو۔۔۔۔ کیوں چلاتے ہو؟ لیکن ایک سمجھدار آدمی اس کا حوصلہ بڑھاتا ہے کہ شہسوار گرتے ہیں اور ساتھ غلطی بتلا کر اصلاحی طریقہ بھی بتلا دیتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ آدمی بہترین سائیکل سوار بن جاتا ہے۔

اس لئے علماء کو چاہیے کہ آگے بڑھیں، جدید مسائل کو حل کریں، انگریزی سیکھیں، جدید مسائل کی حقیقت کو سمجھیں اور دنیا پر یہ بات ثابت کردیں کہ قرآن وحدیث میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ گذشتہ فقہاء کرام کی علمی و فقہی کاوشوں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دورِ حاضر کے تمام فقہاء اور علماء کرام کو اسلاف کی طرح دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا صہیب احمد خان*

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے، دہشت گردی کا نہیں

دور حاضر کے ذرائع ابلاغ دہشت گردی کا لفظ بکثرت استعمال کر رہے ہیں اور بعض سیاسی عناصر یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش بھی کر رہے ہیں کہ نعوذ باللہ اسکا رشتہ اسلام سے ہے جبکہ تشدد اور اسلام میں آگ اور پانی جیسا بیر ہے جہاں تشدد ہو وہاں اسلام کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے اسی طرح جہاں اسلام ہو وہاں تشدد کی ہلکی پر چھائیں بھی نہیں پڑ سکتی اسلام امن وسلامتی کا سرچشمہ اور انسانوں کے مابین محبت اور خیر سگالی کو فروغ دینے والا مذہب ہے جس کے بابت اللہ رب العزت خود فرماتا ہے

یاایھاالذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطن (البقرۃ:208)

ترجمہ: اے مومنو امن وسلامتی میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو"

اسی طرح دوسرے مقام کچھ یوں حکم دیتا ہے

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (الاعراف:56)

ترجمہ: اور زمین میں اسکی درستگی کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔

جبکہ تشدد کا خمیر ظلم و جور اور وحشت سے اٹھتا ہے اور خونریزی وغارتگری سے اسکی کھیتی سیراب ہوتی ہے کائنات کے جملہ ادیان و مذاہب میں انسانی جان کے احترام وقار اور امن واطمینان کے ساتھ زندگی گذارنے کے حق کو اولیت دی گئی ہے ماشاء اللہ اس سلسلے میں اسلام کا درجہ سب سے عظیم ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم وصاکم بہ لعلکم تعقلون (الانعام:151)

ترجمہ: اور جس کا خون کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق کے ساتھ ان کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ سمجھو"

ان واضح اسلامی تعلیمات کے فیض سے دنیا میں انسانی جان کے تحفظ کا حیرت انگیز منظر سامنے آیا اور دنیا میں بڑی بڑی سلطنتوں کے اندر انسانی جان کی ناقدری کے خوفناک واقعات اور ہولناک تماشوں کے سلسلے اسلام کی

---

* ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی (ہند)

آمد کے بعد موقوف ہو گئے اور دہشت وخونریزی سے عالم انسانیت کو نجات ملی انہیں تعلیمات کے باعث ایک مختصر مدت میں عرب جیسی خونخوار قوم تہذیب وشرافت کے سانچے میں ڈھل گئی اور احترام نفس وامن وسلامتی کی علمبردار ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئی جسکا نقشہ قرآن کریم نے کچھ اس طرح کھینچا ہے۔

وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منھا (آل عمران:103)

ترجمہ: اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا"

آج انہیں اسلامی اقدار کو بدنام کرنے کی ہر چہار جانب کوششیں جاری ہیں۔

مذہب اسلام نے تشدد ودہشت گردی کی ہمیشہ مخالفت کی ہے اور امن وسلامتی کو فروغ دینے کی تلقین کی ہے اسلام کسی بھی قسم کی دہشت گردی یا ظلم وتعدی کی قطعا اجازت نہیں دیتا اسلامی تعلیمات کے مطابق ظلم کا بدلہ تو لیا جا سکتا ہے لیکن اگر مظلوم تجاوز کر گیا تو وہ بھی ظالم کے صف میں آجائیگا ارشاد ربانی ہے:

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقرۃ:190)

ترجمہ: "اور ان سے اللہ کی راہ میں لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو نہیں پسند کرتا"

اسی سورہ میں آگے چل کر اللہ تعالی اس بات سے بھی باخبر کر دیا کہ بدلے کا معیار کیا ہونا چاہئے ارشاد ہے:

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین (البقرۃ:194)

"ترجمہ: "جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی طرح زیادتی کرو جو تم پر کی اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالی پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"

یعنی بدلہ لیتے وقت یہ بات ملحوظ رہے کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور اسکی گرفت بہت سخت ہے۔

دہشت گردی اور تشدد کے سلسلے میں اسلام کا موقف بالکل صاف اور واضح ہے کہ اسلام قتل ناحق کا مخالف ہے جس کی وعید قرآن کریم کچھ اسطرح بیان کرتا ہے

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (المائدۃ:32)

ترجمہ: جو شخص کسی بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا"

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

اکبر الکبائر عند اللہ الاشراک باللہ وقتل النفس وعقوق الوالدین (البخاری)

ترجمہ: اللہ کے ساتھ شرک کرنا یا کسی کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اللہ کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔

آج اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ مسلمان پورے کائنات میں اپنی دہشت گردی کے ذریعہ اسلام پھیلانا چاہتے ہیں جبکہ قرآن نے خود انکے ان باطل افکار کی تردید کی ہے

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (البقرة:256)

ترجمہ: دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے سیدھی راہ غلط راہ سے الگ کر کے دکھائی جا چکی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ (الانعام:108)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرتے ہیں انہیں گالی مت دو"

اسلام مذہبی عقائد اور اشاعت دین کے سلسلے میں نہایت انسان دوست اور بردبار ہے جبراً کسی پر بھی کوئی چیز تھوپنے کی یا حلق سے اتارنے کی کسی کو اجازت نہیں دی ہے اگر اسلام کا نام لیکر کہیں اور کبھی کوئی بھی دہشت گردی یا تشدد کا مظاہرہ کرتا ہے تو حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام سے ایک انحراف اور شریعت محمدیہ میں ایک تحریف کا فعل بد ہے جسے شریعت اسلامیہ کے بدترین استحصال پر محمول کیا جائیگا۔ اسلام اذیت پسندی اور فساد انگیزی کا روادار نہیں اسلام میں صرف مسلم معاشرہ کے اندر کسی بھی اختلاف کو ختم کرنے کے سلسلے میں تشدد سے کنارہ کشی کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ بین الاقوامی سطح یا ایک خطے یا سرزمین پر رہنے والے مختلف مذاہب وادیان کے لوگوں کے ساتھ بھی اعلیٰ درجے کے حسن اخلاق کی ہدایت دی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین (الممتحنة:8)

ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے دین کے بارےمیں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کیساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔

مذہب اسلام نے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے اور ظالم کے روبرو حق کہنے پر زور دیا ہے اور اسے ایک حقیقی مومن کا ضروری وصف قرار دیا ہے اسلام نے جہاں انسانی جان کی حرمت کا اعلان کیا ہے وہیں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ فتنہ وفساد برپا کرنے اور انسانوں کا خون بہانے والوں کو معاف بھی نہیں کیا جا سکتا ارشاد ہے

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ O ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ (الزلزال:8/7)

ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لیگا"

اسکے باوجود دور حاضر میں جب بھی دہشت گردی موضوع بحث بنتی ہے مغربی دانشور بالعموم اسلامی تحریکوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں اور بالخصوص فرشتہ صفت علماء اسلام نشانہ بنائے جاتے ہیں جبکہ قرآن صریح لفظوں میں بیان کرتا ہے

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ان اللہ عزیز غفور (فاطر:28)

ترجمہ: ''اللہ سے اسکے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں واقعی اللہ تعالی بڑا بخشنے والا ہے''

حالانکہ اس سلسلے میں اب تک کوئی مبینہ ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکا ہے اسلئے اسلامی تحریکوں یا اسلامی بیداری کے مخالفین کا یہ رویہ عدل وانصاف کے قطعی منافی ہے۔

دہشت گردی ایک وحشیانہ فعل ہے اور اسلام کے تہذیبی نظام میں اسکی کوئی گنجائش نہیں اسلام انسان کو صرف خدا کا خوف دلاتا ہے لہذا وہ کسی انسان کو اسکی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ لوگوں کو اپنا خوف دلائے اور انہیں خوف زدہ کرکے اپنے اغراض ومفادات حاصل کرے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا

فذکر انما انت مذکر O لست علیھم بمصیطر (الغاشیۃ:22/21)

ترجمہ: ''پس آپ نصیحت کردیا کریں (کیونکہ) آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں''

معاشرے میں کشیدگی اسلام کو گوارا نہیں وہ تو ہر قسم کی کشمکش اور چپقلش ختم کرکے ایک پرامن ماحول میں افراد کے درمیان الفت ومودت اور فلاحی کاموں میں اشتراک وتعاون کے مواقع پیدا کرنا چاہتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: **واذکروا نعمة اللہ علیکم اذ کنتم اعداء ا فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمة اخوانا** (آل عمران:103)

ترجمہ: اور اللہ تعالی کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے''

تاکہ بندگان خدا یکسوئی کے ساتھ اپنی اور کائنات کی تخلیق کے مقاصد کی تکمیل میں بے روک ٹوک مشغول ہوجائیں دنیا میں اخلاص اور خدا ترسی کے ساتھ نیک اعمال کرکے آخرت کی کامیابی کا سامان مہیا کریں اور اللہ تعالی کی اس بشارت کے مستحق قرار پائیں۔

فمن تبع ھدای فلا خوف علیم ولاھم یحزنون (البقرۃ:38)

ترجمہ: تو جو میرے راہ پر چلا تو ان پر کوئی ڈر یا غم نہیں''

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلامی تاریخ، روایات اور مزاج اس بات کے گواہ ہیں کہ اس نے کبھی دہشت گردی اور تشدد کی اجازت نہیں دی ہے اور دنیا میں جو اس نے عظیم انقلاب برپا کیا وہ اپنے اخلاق حسنہ کے زور پر کیا ہے جسے ہم صالح اور پرامن انقلاب کا عنوان دے سکتے ہیں۔

مولانا محمد حذیفہ وستانوی
جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، انڈیا

مدارس اسلامیہ کا مقصد

الحمدللہ! اللہ رب العزت نے انسان کو عقل عطا کی ہے اور عقل عطا کرنے کا مقصد ہی تمیز بین الخیر والشر ہے، یعنی اسی عقل کے سہارے وہ اچھے برے میں تمیز کر سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقلمند کا ہر کام با مقصد ہوتا ہے، وہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے، مقصد کی تعیین کرتا ہے، تاکہ اس کی محنت اکارت نہ ہو؛ جیسے کوئی انسان دوکان خریدتا ہے، تو مقصد اس میں تجارت کرنا ہوتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر وہ اس میں تالا لگا دے تو لوگ بے وقوف کہیں گے، کہ عجیب آدمی ہے، دوکان خریدی یا بنائی اور ایسے ہی تالا لگائے پڑی ہے، تو تعجب کیوں؟ مقصد سے ہٹنے پر۔ ایسے ہی اللہ رب العزت نے انسان بنایا اور اسے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کیا، تو تخلیق انسانی کا مقصد بھی بیان کر دیا ' و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون '' میں نے انسان اور جنات کو محض اپنی عبادت کی غرض سے پیدا کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مقصد حیات انسانی، عبادت خداوندی ہے، بقیہ امور مثلاً: کمانا کھانا پینا سونا وغیرہ، مقصد نہیں، بلکہ ضرورت اور حاجت ہے، اگر کوئی انسان عبادت جل مجدہ سے منہ موڑ کر محض کھانے پینے کمانے اور سیر و تفریح، کھیل کود میں لگ جائے، تو اس کا مطلب وہ اپنے مقصد سے ہٹ کر زندگی بسر کر رہا ہے۔ اسی لیے اس کا انجام جہنم اور عذاب ہوگا۔ جیسے قلم لکھنے کے لیے بنایا جاتا ہے، مگر اگر ایک مدت تک اسے استعمال نہ کیا جائے تو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ اب جب یہ بات سمجھ میں آ گئی، تو آیئے! مدارس کے قیام کا مقصد اور پس منظر بھی معلوم کرتے چلیں، تاکہ بعض روشن خیال، نام نہاد دانشور، اور مدارس اور مسلمانوں کے نادان خیر خواہوں کو بھی بات سمجھ میں آ جائے، اور وہ مدارس سے ڈاکٹرز، انجینئر اور سائنس داں پیدا کرنے کی خواہش ترک کر دے، اور خود اپنے گریباں کو جھانکیں کہ معاشرے کو خاص طور پر مسلمان معاشرے کو جو ڈاکٹرز، سائنس داں اور انجینئرز وغیرہ نہیں مل رہے ہیں، اس میں قصور ان کا ہے، مدارس کا نہیں۔ ابھی کچھ دنوں پہلے میں نے ایک روزنامہ میں پڑھا کہ اتنے کثیر تعداد میں مدارس ہونے کے باوجود پچھلے نو سو سال میں مدارس نے کوئی خوارزمی خیام رازی امت کو نہیں دیا، تو مجھے بڑا عجیب سا معلوم ہوا، کچھ ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی؛ تو میں نے قلم اٹھایا اور ارادہ کر لیا کہ ان جیسے مقالہ نگاروں کے سامنے مدارس کا مقصد بیان کر دینا ضروری ہے، تاکہ امت، خلطِ مبحث کا شکار نہ

ہو جائے، امید ہے کہ اس کا بغور مطالعہ کریں گے۔

قیام مدارس کا پس منظر:

۱۸۵۷ء میں متحدہ ہندوستان کے باشندوں کی مسلح تحریک آزادی ناکام ہوگئی اور ہندوستان میں برطانوی حکومت باضابطہ قائم ہوگئی، تو اس نئی برطانوی ظالم حکومت نے دفتروں اور عدالتوں سے فارسی اور عربی زبان کی بساط لپیٹ دی، اس کے ساتھ ساتھ دیگر علوم اسلامیہ کا بھی، خاص کر فقہ اسلامی، تفسیر، حدیث کی تعلیم دینے والے مدارس کے معاشرتی کردار پر بھی خطِ تنسیخ کھینچ دیا گیا، جس کے نتیجے میں ہزاروں مدارس اس نوآبادیاتی فیصلے کے نذر ہوگئے، ایسی سنگین حالات میں حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی جماعت کے بچے کھچے درویش صفت بزرگوں نے دیوبند، سہارنپور، مرادآباد اور ہاٹ ہزاری میں دینی مدارس کے، ایک رضاکارانہ اور پرائیویٹ سلسلے کا آغاز کیا۔ جوان بزرگوں کے خلوص اور معاشرے کی دینی ضرورت کے باعث بہت جلد ایک مربوط اور منظم نظام کی شکل اختیار کر گیا، اور جنوبی ایشیا کے کونے کونے میں ایسے مدارس کا جال بچھ گیا، اور اب تو ماشاء اللہ صرف ہندوستان اور جنوبی ایشیا ہی نہیں، بل کہ برطانیہ، امریکہ، کنیڈا، جرمنی، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور اب عرب ممالک میں بھی اس کے قیام کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، بل کہ قائم کیے جارہے ہیں، اور کیے جاتے رہیں گے (انشاء اللہ)، کیوں کہ اس کا مقصد بڑا ہی پاکیزہ اور مقدس ہے۔ ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قیام مدارس کا مقصد:

اہلِ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے انفرادی، اجتماعی، شخصی و معاشرتی تمام معاملات میں وحی الٰہی کے پابند ہوں، اور اخروی نجات کے ساتھ ساتھ ان کی دنیاوی کامیابی اور فلاح بھی آسمانی تعلیمات کی پیروی پر موقوف ہے۔ اہلِ اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام انبیاء کی تعلیمات کو حق مانتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ اور قرآن کریم وحی الٰہی کا فائنل ایڈیشن ہے، اور وہ مکمل محفوظ ہے؛ باقی تمام کتابیں عدم حفظ کا شکار ہے، لہٰذا راہِ حق کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور سبیل ہی نہیں۔ اس پس منظر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہر مسلمان مرد اور عورت کا قرآن و سنت کی تعلیمات سے آراستہ ہونا، اس کے دینی فرائض میں شامل ہے؛ لہٰذا دنیا پر استعماری طاقتوں کے تسلط سے پہلے مسلمانوں کی مذہبی حکومت اور قیادت ہی، دینی تعلیم کے فروغ کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتی تھی، لہٰذا اس کے لیے جو کچھ ہو، کر گذرتی تھی، اس میں کوتاہی نہیں کرتی تھی، مگر استعماریوں کے تسلط کے بعد مذہبی تعلیمات علماً و عملاً صحیح طور پر باقی رکھنے کے لیے رضاکارانہ طور پر مدارس کی صورت میں پرائیویٹ تعلیمی نظام

کی بنیاد رکھی گئی، قیام مدارس سے اکابر کا اصل مقصد، اسلامی معاشرہ میں دینی تعلیم کو باقی رکھنے کے لیے معاشرہ میں مساجد و مدارس کو رجال کار کی فراہمی تھا، تا کہ دینی تعلیم کا سلسلہ بلا کسی تعطل و خلا کے چلتا رہے الحمد للہ مدارس اپنے مقصد میں کامیاب ہیں، خود علامہ اقبال نے مدارس پر اعتراض کرنے والوں سے کہا تھا کہ "ان مدارس کو اسی حالت پر کام کرنے دو۔ اس نے ہندوستان کو اسپین ہونے سے بچالیا ہے"۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مدارس، ضرورت کے بقدر انگریزی کمپیوٹر وغیرہ تو اپنے نصاب میں داخل کر سکتے ہیں مگر مدارس سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ ڈاکٹرز اور انجینئرز معاشرہ کو فراہم کرے۔ بقول شیخ الاسلام حضرت مولانا تقی عثمانی دامت برکاتہم، ایسا ہی ہے جیسے کسی میڈیکل کالج کے نصاب میں انجینئرنگ کی کتابیں داخل کرنا یا کسی انجینئرنگ کالج میں ڈاکٹری کی کتابیں داخل کرنا۔ ظاہر ہے کہ اس کو حماقت تصور کیا جاتا ہے، تو مدارس سے یہ مطالبہ بالکل ایسا ہی ہے، جیسے آم کے درخت سے جام یا انگور کی امید رکھنا۔

بہر حال اس مضمون کا مقصد، صرف قیام مدارس کا بیان کرنا تھا جو اختصاراً بیان کر دیا گیا، الحمد للہ! مدارس اپنے مقصد میں کامیاب ہیں اور انشاء اللہ کامیاب رہیں گے، ان ہی مدارس نے حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ، قاضی مجاہد الاسلامؒ، مولانا علی میاں ندویؒ، مولانا تقی عثمانی، مفتی شفیع صاحبؒ، علامہ ادریس کاندھلویؒ، علامہ بنوریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ ظفر عثمانیؒ، شیخ زکریاؒ، قاری طیب صاحبؒ، حضرت مدنیؒ، علامہ کشمیریؒ، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا منظور نعمانیؒ، وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اساطین علم و فضل امت کو عطا کئے اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ان ہی کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا کہ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

ڈاکٹرز اور سائنس داں کا مطالبہ علی گڑھ اور جامعہ ملیہ سے کرو، جو اسی مقصد پر قائم کئے گئے تھے، کہ ہم امت کو انجینئرز، ڈاکٹرز اور سائنس داں دیں گے، اگر ان مدارس سے بے جا مطالبات کرنے والوں کو شکایت ہی ہے۔

<u>مدارس نے امت کو کیا دیا؟</u>

مدارس کیسے چلتے ہیں اور انہیں کیسے چلایا جاتا ہے، اسے تو اللہ ہی خوب بہتر جانتے ہیں، کتنی قربانیوں اور کیسے کیسے طعنوں اور دربدر کی ٹھوکروں کے نتیجہ میں یہ اپنی خدمات میں مصروف ہیں، وہ کوئی پوشیدہ نہیں، سبھی جانتے ہیں، ایک طرف اعداء اسلام ان کو "بنیاد پرست"، "رجعت پسند"، "دہشت گرد"، "قدامت پسند" کا طعنہ دیتے ہیں اور دوسری جانب روشن خیال مسلمان جو مدارس کے نادان دوست ہیں، وہ اپنی خطاؤں سے مدارس کو مورد الزام ٹھہرادیتے

ہیں، انجینئرز اور ڈاکٹرز اور سائنس داں پیدا کرنے کا بیڑا ہم اہلِ مدارس نے لیا ہی کہاں ہے؟ یہ بات الگ ہے کہ دینی مدارس اب نونہالانِ امت کے ایمان کو بچانے کے لئے دینی ماحول میں عصری تعلیم کی طرف بھی توجہ دے رہے ہیں، مگر اس پر بھی امت کا ایک طبقہ ان کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ عجیب صورت حال، امت کو ہر جانب سے مدارس ہی کو نشانہ بنانے کی سوجھتی ہے، مگر مدارس الحمدللہ! اللہ کی توفیق اور مدد سے برابر اپنی خدمت میں بلا کسی لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر مصروف کار ہیں؛ اللہ، ہمارے ان مدارس کو ہر طرح کی داخلی وخارجی، ظاہری وباطنی سازشوں اور فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین!

<u>مدارس نے امت کو یہ سب کچھ دیا:</u>

(۱): لاکھوں نادار افراد کو تعلیم سے بہرہ ور کیا۔

(۲): معاشرے میں بنیادی تعلیم اور خواندگی میں معقول اضافہ کیا۔

(۳): قرآن وسنت کی تعلیم اور دینی علوم کی اشاعت وفروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

(۴): تمام مسلمانوں کو دینی رہنمائی اور مذہبی تعلیم کے لئے رجال کار فراہم کئے۔

(۵): تمام مسلمانوں کے عقائد وعبادات واخلاق اور مذہبی کردار کو تحفظ فراہم کیا۔

(۶): اسلام کے خاندانی نظام اور کلچر اور ثقافت کی حفاظت کی۔

(۷): اسلامی عقائد اور احکامات کی اشاعت کی اور اس پر ہونے والے اعتراضات وشبہات کا جواب دیا۔

(۸): اسلام کی بنیادی تعلیمات عقائد اور احکام کی ہر طرح کی بغاوت اور تحریف سے حفاظت کی اور راسخ العقیدگی کو تحفظ دیا۔

(۹): مادہ پرستی، اور خود غرضی کے دور میں قناعت اور ایثار وسادگی کو مسلمانوں کے ایک طبقہ میں باقی رکھا۔

(۱۰): وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کو عملی نمونہ کے طور پر باقی رکھا۔

مذکورہ چیزیں امت کو دیں، دے رہے ہیں اور انشاء اللہ! دیتے رہیں گے۔ اس طرح ان مدارس نے صرف مسلمانوں ہی نہیں، بل کہ پوری نسل انسانی کو آسمانی حقیقی سرچشمہ تک رسائی میں مرکزی کردار ادا کر کے، پوری انسانیت کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا، لہٰذا ساری انسانیت کو ان مدارس کا ممنون ومشکور ہونا چاہیئے۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا دورۂ بلوچستان: حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کوئٹہ کے دو روزہ پر ۲۳۔۲۴ر نومبر کو تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں پر مختلف مدارس اور مراکز کا دورۂ کیا اور خصوصاً سریاب روڈ پر مدرسہ امیر معاویہ میں جمعیت علماء اسلام کے تربیتی کنونشن سے خطاب بھی کیا۔ کنونشن سے سید محمد یوسف شاہ، مولانا محمد رحیم جوگیزئی، حاجی محمد شاہ مردانزئی، مولانا عبدالحلیم، نجم الدین درویش، عبدالقیوم میرزئی، مفتی عبدالباقی، مولانا رشید احمد شیروزی، مولانا نصیر احمد مشہوانی، مولانا فتح محمد چمنی، حافظ عبدالرشید بادینی، مولانا نظام محمد ودیگر نے خطاب کیا۔ اسکے علاوہ آپ نے وزارت مذہبی امور وزکوٰۃ وعشر کمیٹی کی صدارت بھی کی۔ اجلاس میں نظام عشر وزکوٰۃ کا مکمل جائزہ لیا گیا اور کوئی اہم تجاویز بھی اجلاس میں سامنے آئیں۔ اس اجلاس میں وفاقی وزیر عشر وزکوٰۃ جناب حضرت مولانا نورالحق قادری نے بھی خصوصی شرکت کی، آپ نے متاثرین زلزلہ کیلئے بھی حکومت سے خصوصی امداد کی اپیل کی اور کئی متاثرین سے آپ ملے بھی۔

نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب کی نائب صدر وفاق المدارس العربیہ کی حیثیت سے تقرری: گزشتہ دنوں وفاق المدارس کے مرکزی دفتر ملتان میں مجلس عاملہ کا خصوصی اجلاس ہوا جس میں اہم تعلیمی، تنظیمی مسائل پر بحث وتمحیص کی گئی اور کئی اہم فیصلے کئے گئے۔ اجلاس کے آخر میں صدر وفاق المدارس شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ نے نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر کی حیثیت سے انکی تقرری کا حکم فرمایا۔ دارالعلوم حقانیہ کے لئے حضرت مولانا کا انتخاب مزید ترقی اور مسرت کا باعث ہے

مغربی دانشوروں کی دارالعلوم آمد: ۲۷ر اکتوبر ۲۰۰۸ء بروز پیر کو روزنامہ ''دی ٹائمز'' لندن کے نمائندہ انتھونی لوئیڈ دارالعلوم تشریف لائے اور دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا اور حضرت مہتمم صاحب کی غیر موجودگی میں جمعیت کے رہنما مولانا محمد یوسف شاہ صاحب سے تفصیلی ملاقات کی۔ انکے علاوہ اٹلی کے ریڈیو ٹیلی ویژن نے۔ کے بیورو چیف Ajostino Mauriello بھی دارالعلوم تشریف لائے۔ اسی طرح نومسلم کینیڈین سکالر محترمہ خدیجہ عبدالقہار بھی یہاں دارالعلوم تشریف لائیں۔ آپ نے مغرب میں وہاں کے متعصب، اسلام دشمن، مغربی میڈیا کے اعتراضات کے جوابات دینے کے لئے ایک مستقل ادارہ قائم کیا ہے۔ جو شب وروز اسلام کی حقانیت کو پھیلانے اور اس کے دفاع میں مصروف ہے۔ انہوں نے مولانا عرفان الحق صاحب سے تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کیا۔ ان کے علاوہ روزنامہ اوصاف کے سب ایڈیٹر، ماہنامہ اباسین اور ماہنامہ سروش کے مدیر جناب منظور بلوچ بھی دارالعلوم

تشریف لائے ۔آپ مشہور شاعر خوشحال خان خٹک کے حوالہ سے تحقیق کر رہے ہیں اسی ضمن میں دارالعلوم حقانیہ بھی آپ لائے اور مختلف شعبہ جات کا مطالعہ کیا۔

<u>دارالعلوم کے مخلص جناب ڈاکٹر کرنل مختار کے بڑے بھائی کی وفات</u>: بین الاقوامی شہرت کے حامل جناب ڈاکٹر کرنل مختار کے بڑے بھائی سید صفدر شاہ بخاری طویل علالت کے بعد راولپنڈی میں بروز منگل ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۸ء کو انتقال فرما گئے۔ مرحوم کی تعزیت کے سلسلے میں حضرت مہتمم صاحب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' جناب اظہار الحق' مولانا راشد الحق' مولانا یوسف شاہ' جناب الحاج دلاور خان اور جناب طارق خان صاحبان انکی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے ۔دارالعلوم میں مرحوم کیلئے فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔ قارئین سے انکے رفع درجات کیلئے دعاؤں کی اپیل ہے۔

<u>قدیم فاضل حقانیہ مولانا حافظ ختام الحق صاحب کا سانحہ ارتحال</u>: جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نامور فاضل مولانا قاری محمد عمر علی مدنی (مہتمم جامعہ تحسین القرآن) کے سسر مشہور عالم دین مولانا ختام الحق صاحب گزشتہ مہینے بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ مرحوم ابتداء سے لے کر تا حین وفات جامعہ تحسین القرآن کے سرپرست رہے۔آپ کافی عرصہ دارالعلوم کے شیر بھی رہے۔آپ ایک جید مدرس اور بہترین خطیب بھی تھے۔آپ کی نماز جنازہ میں دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ اور دارالعلوم کے شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدنی اور دیگر اساتذہ کرام وطلبہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ آپکے باقیات صالحات میں جملہ صاحبزادگان جناب فیاض الحق' مولانا احتشام الحق' مولانا فہیم الحق' مولانا سلیم الحق صاحبان شامل ہیں۔ جو مختلف مدارس میں درس و تدریس کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ادارہ حضرت قاری محمد عمر علی صاحب اور ان کے پسماندگان کیساتھ دلی تعزیت کرتا ہے۔

بروز پیر ۲۷/اکتوبر تخصص فی الفقہ کے سال دوم طالبعلم مولانا ہدایت اللہ' دارالعلوم سے جاتے ہوئے ٹریفک حادثہ میں شہید ہو گئے ۔مرحوم انتہائی عابد و زاہد اور صوفی منش انسان تھے۔دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء نے اس شہید علم کے جنازہ میں بڑی تعداد میں شرکت کی۔ <u>ممتاز عالم دین شیخ القرآن حضرت مولانا محمد رفیق کی وفات</u>:

دارالعلوم حقانیہ کے قدیم اور اولین فضلاء میں سے جناب شیخ القرآن حضرت مولانا محمد رفیق صاحب گزشتہ دنوں خالق حقیقی سے جاملے۔ آپکی عمر اسی سال تھی۔ آپ نے ۱۹۵۴ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق '' سے حدیث پڑھی۔ ۱۹۵۵ء میں آپ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورۂ تفسیر فرمایا۔ حضرت لاہوریؒ کی کتاب (علماء حق کی مودودی سے ناراضگی کے اسباب) پر آپ نے تقریظ بھی لکھی' مرحوم نہایت ہی پاکباز اور بڑے عابد و زاہد شخصیت تھے۔ادارہ آپکے تمام صاحبزادگان' پسماندگان اور خصوصاً دارالعلوم کے طالب محمد قاسم سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

<u>دعائے صحت کی اپیل</u>: دارالعلوم کے سابق صدر المدرسین' متکلم عصر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ اور دارالعلوم کے مدرس حضرت مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب کی والدہ محترمہ ان دنوں شدید بیمار ہیں' تمام قارئین الحق' علماء وفضلاء اور طلباء سے ان کیلئے دعائے صحت کی خصوصی اپیل کی جاتی ہے۔

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

حدود آرڈیننس اور تحفظ نسواں بل۔　　مصنف:　ابوعمار مولانا زاہد الراشدی

ضخامت:　۱۵۲ صفحات　　قیمت۔/۱۲۰ روپے

ناشر:　الشریعہ اکادمی ہاشمی کالونی　گوجرانوالہ

مولانا زاہد الراشدی صاحب ممتاز عالم دین مشہور کالم نگار کہنہ مشق صاحب قلم اور مؤقر دانشور ہیں۔ ملک کے مختلف اخبارات و جرائد میں آپ کے پُر مغز مضامین و مقالات بڑے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ ملک و بیرون ملک میں آپ کے قارئین کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں آپ نے حدود آرڈیننس کے متعلق وقتاً فوقتاً جو کالم لکھے ہیں ان کو آپ نے یکجا کر کے انکو کتابی شکل دی ہے۔ اس میں آپ نے چھ جلی عنوانات لگائے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے، حدود آرڈیننس اور تحفظ نسواں بل پس منظر اور پس منظر حدود آرڈیننس کی مخالفت فکری و نظری کشمکش کا جائزہ، حدود آرڈیننس کی تعبیر و تشریح اور اسلامی نظریاتی کونسل کا کردار، حدود قوانین اور ہمارا قانونی و عدالتی نظام، تحفظ نسواں بل کے بارے میں علماء اور دینی حلقوں کا موقف، ضمیمہ۔

کتاب کے پیش لفظ کے آخر میں مولانا فرماتے ہیں، ''حدود آرڈیننس میں ترامیم اور تحفظ نسواں ایکٹ کے حوالے سے ہم نے مختلف اخبارات و جرائد میں شامل ہونے والے اپنے مضامین میں ورلڈ اسٹیبلشمنٹ کے اسلام کے خلاف ایجنڈے لوکل اسٹیبلشمنٹ کے تضاد اور دورخی اور بعض دانشوروں کے پیدا کردہ اسی کنفوژن کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔'' مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور ملاحدہ اور دیگر مغرب زدہ مستغربین کا جس علمی اور سنجیدہ اسلوب سے ان پر تنقید کی ہے اور ان کے افکار فاسدہ اور خیالات فاسدہ کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور جو تحقیقی نکات آپ نے اٹھائے ہیں۔ وہ قابل غور ہیں۔ کتاب ہر لحاظ سے بہترین اور ملک بھر کی لائبریری کی زینت بنانے کے لائق ہے۔

ماہنامہ فیضان سعد (خصوصی اشاعت)　　　　سرپرست اعلیٰ: خواجہ خان محمد

ضخامت: ۱۲۸ صفحات　　قیمت: -/۶۰ روپے　　پتہ: جامعہ سراجیہ پینسرہ روڈ، گوجرہ ضلع ٹوبہ

حضرت سیدنا امیر معاویہؓ وہ عظیم الشان صحابی ہیں، جن کو آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی غلامی کے ساتھ ساتھ آپ پر نازل ہونے والی وحی کی کتابت عہدہ بھی ملا۔ اس لئے آپ کاتبِ وحی کہلانے لگے۔ آپؓ کی سیرت وکردار، خدمات وحالات، واقعات اور فتوحات کی ایک طویل فہرست ہے۔ اہل علم نے آپؓ کے فضائل، محاسن، شخصیت وکردار آپ کی سیاسی، سماجی زندگی اور مذہبی خدمات کے اعتراف میں سینکڑوں صفحات لکھیں ہیں۔ مگر دوسری طرف بعض نام نہاد لوگوں نے آپؓ پر اعتراضات کی انگلیاں بھی اٹھائی ہے۔

ماہنامہ ''فیضان سعید'' اہل حق طلباء، علماء اور عوام الناس پر ایک عظیم احسان وکرم کرتے ہوئے، کاتب وحی، صحابی رسول، فاتح عرب وعجم امام سیاست امیر المومنین حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی شخصیت، اوصاف وکمالات اور عظیم اسلامی خدمات پر ایک جامع نمبر (خصوصی اشاعت) مضامین شامل ہیں، جن کے پڑھنے سے دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔

کتاب: دارالعلوم تعلیم القرآن شاہ منصور کی اسی سالہ خدمات　　مؤلف: مولانا فضل امین حقانی صاحب

ضخامت: ۱۳۶ صفحات　　قیمت: درج نہیں

ناشرہ: شعبہ تصنیف وتالیف، دارالعلوم تعلیم القرآن شاہ منصوری ضلع صوابی (سرحد)

عارف باللہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوریؒ کا اسم گرامی کسی تعارف و تعریف کا محتاج نہیں۔ صوبہ سرحد اور پختونوں کے علاقے میں سب سے پہلے باقاعدہ دورۂ تفسیر کا آغاز آپ ہی نے کیا تھا اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ آپ نے اپنے اساتذہ شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس سرہ اور شاہ ولی اللہ سرحد شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتویؒ کے ایماء اور مشورہ پر اپنے گاؤں قصبہ شاہ منصور میں اپنے محلہ کی جامع مسجد میں ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء اس الہامی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اور اس میں حسبۃً للہ قرآنی تعلیمات اور علوم دینیہ کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور فرمایا کہ میں نے اس درسگاہ علوم دینیہ کی بنیاد اپنے اکابر کے طرز پر توکل اور للہیت پر رکھی ہے، فرماتے ہیں کہ میرے شیوخ اور اساتذہ کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ بغیر اجرت کے سبق پڑھاتے اور تدریس کرتے میں ان کے نقش قدم پر چلتا ہوں۔

زیر تبصرہ کتاب میں فاضل مؤلف نے اس مدرسہ کے سنگ بنیاد سے لے کر ۸۰ سالہ خدمات کا بھرپور جائزہ لیا ہے اور ایک اہم تاریخی دستاویز اور حوالہ جاتی کتاب مرتب کی ہے جس پر وہ بجا طور پر داد وتحسین کے مستحق ہیں۔

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

سُعالین

مفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔

ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچّوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری - ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہر علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	النوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰